New Era Magazine

رنگِ عشق دا چڑھیا

NEW ERA MAGAZINE

از قلم رفعت

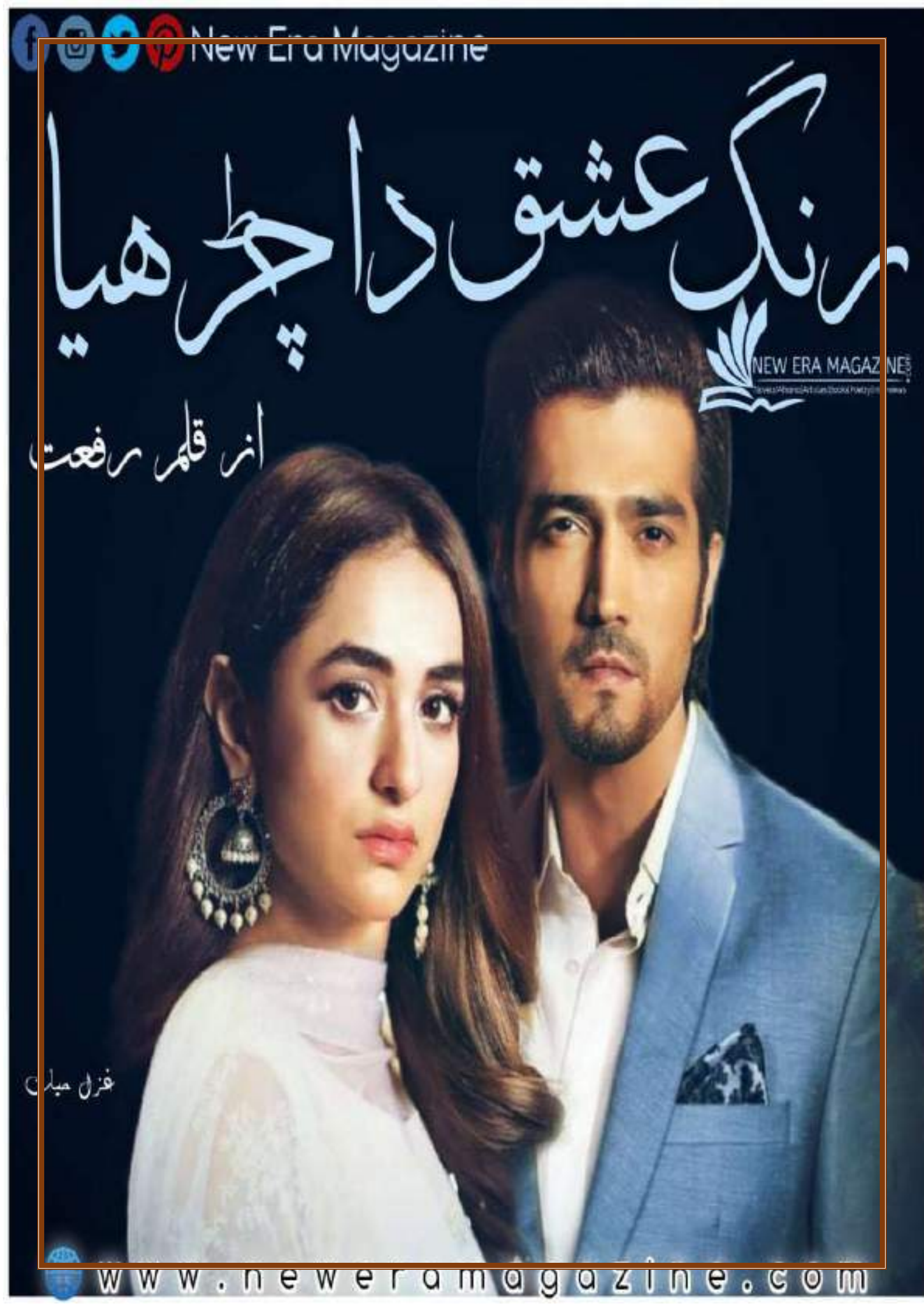

غزل حیدر

www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رنگ عشق داچڑھیا

از قلم رفعت فاطمہ

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

صبح نقرئی کرنیں بکھیرتی ہوئی طلوع ہو چکی تھی۔اسلام آباد ڈیفینس کالونی کے فیز ون میں ایک سبز بیلوں سے ڈھکے خوبصورت سے گھر میں صبح کی چہل پہل خوب ہی عروج پر تھے۔گھر کے گیٹ سے اندر داخل ہوں تو چھوٹا سا پورچ اور اس سے ملحقہ چھوٹا سا ہی لان ہے۔پورچ میں سیاہ رنگ کی سوک گاڑی کھڑی تھی۔پورچ سے آگے گھر کی اندرونی عمارت کا مرکزی دروازہ تھا۔بھورے لکڑی کے دروازے کے اس پار جائیں تو لاؤنج اور کچن میں خوب گہما گہمی تھی۔یہ گھر خورشید بیگم کا تھا۔انکے شوہر علی خان دو سال قبل انہیں داغ مفارقت دے کر اس فانی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔انکے سات بچے تھے تین بیٹیاں چار بیٹے۔جن میں سے چھ بچے شادی شدہ جبکہ ایک بیٹی غیر شادی شدہ تھی۔سب سے بڑے دراب بھائی جو کہ بیرون ملک مقیم تھے انکی فیملی بھی وہیں ہوتی تھی۔ان سے چھوٹے اسرار بھیا وہ بھی روزگار کے سلسلے میں بیرون ملک مع اہلخانہ مقیم تھے۔سحاب اور حجاب آپا اسلام آباد میں ہی بیاہی ہوئی تھیں۔جبکہ ابرار بھیا جو کہ جاب کے سلسلے میں کراچی مقیم تھے میں تھا اپنے بیوی بچوں کو ہمہ حال ساتھ رکھتے۔انساب خان اور ضویا جڑواں تھے انساب آرمی میں لیفٹیننٹ کے عہدے پہ فائز تھے اور انکی حالیہ ڈیوٹی جی ایچ کیو میں ہی تھی لہذا وہ والدہ اور بہن کے ہمراہ یہیں مقیم تھے۔ضویا نے حال ہی میں ایم فل اسلامک ہسٹری میں

مکمل کیا تھا اور اب اسلامک یونیورسٹی میں انٹرنی پروفیسر تھی۔اس وقت ضویا علی کچن میں تیزی سے ہاتھ چلاتے ناشتے کی تیاری میں مصروف تھی۔اسے یونیورسٹی سے دیر ہو رہی تھی۔اس نے جلدی جلدی پراٹھے ہاٹ پاٹ میں رکھے چائے فلاسک میں نکالی۔سنہرے پھولے آملیٹ سلیقے سے پلیٹ میں سجے ہوئے تھے۔سارا ناشتہ ٹیبل پہ رکھ کر اس نے سب کو آواز لگائی۔اور خود تیار ہونے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔کچھ دیر بعد وہ سیاہ عبایا اور سیاہ نقاب میں ملبوس باہر نکلی ہاتھوں پہ سیاہ ہی گلوز پہن رکھے تھے سیاہ بیگ اور سیاہ ہی کینوس شوز۔وہ مکمل سیاہ رنگ میں چھپی ہوئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ارے تم کدھر چلیں؟ناشتہ نہیں کرنا؟خورشید بیگم نے حیرانگی سے دریافت کیا۔

نہیں اماں یونی میں کچھ لے لونگی۔اور بھائی آپکی گاڑی میں لے کے جا رہی ہوں میری گاڑی ورکشاپ میں کھڑی ہے۔آپ مینج کر کے چلے جایئے گا پلیز۔اس نے ریک سے چابی اٹھاتے ہوئے انساب کو باآواز بلند مطلع کیا اور جھک کر خورشید بیگم سے پیار لیکر باہر نکل گئی۔

کچھ ہی دیر میں اسکی سیاہ سوک اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی کی جانب گامزن تھی۔

اسی نقرئی صبح میں راولپنڈی ٹینچ بازار سے ملحقہ رہائشی علاقے میں موجود ضامن یوسفزئی صاحب کے گھر میں بھی صبح اپنی تمام حشر سامانیوں سمیت اتر آئی تھی۔ کچن سے آملیٹ پراٹھے اور دیگر اشیائے خورد و نوش کی رکابیاں کھانے کی میز پر منتقل ہو رہی تھیں۔ ضامن یوسفزئی سربراہی کرسی پہ بیٹھے اخبار کا مطالعہ کر رہے تھے۔

ضامن یوسفزئی گاڑیوں کی امپورٹ ایکسپورٹ کا کام کرتے تھے۔ ضامن ولا میں وہ انکی بیگم صالحہ خاتون اور انکے تین بچے ذوالنون، مومن اور مرحہ چین کی زندگی گزار رہے تھے۔ سب سے بڑے ذوالنون ملک ضامن صاحب کے ساتھ بزنس دیکھتے تھے۔ ان سے چھوٹے مومن ایم ایس سافٹ ویئر انجینئرنگ کے بعد اسلام آباد میں کسی ملٹی نیشنل فرم میں جاب کر رہے تھے۔ جبکہ سب سے چھوٹی مرحہ ابھی یونیورسٹی کے دوسرے سال میں تھی۔

صالحہ بیگم آپکے پسندیدہ کالمسٹ زیڈ۔ کے کا کالم آج کوئی مہینے بھر بعد آ ہی گیا۔ ضامن یوسفزئی نے اخبار کے صفحات الٹتے پلٹتے اپنی بیگم کو اطلاع دی جو کہ زیڈ۔ کے کے کالمز

کی باقاعدہ قاری تھیں۔

ارے واہ دکھائیں تو۔صالحہ بیگم نے جھٹ سے ہاتھ میں پکڑانوالہ پلیٹ میں رکھا۔اور اخبار دیکھنے لگ گئیں۔

چلیں کام سے فارغ ہو کر سکون سے پڑھوں گی۔انہوں نے اخبار سائیڈ پہ رکھی اور ناشتے کی جانب متوجہ ہو گئیں۔

اسلام علیکم مما بابا مرحہ مومن اور ذوالنون اکٹھے ڈائننگ ہال میں داخل ہوئے اور کورس میں سلام کہتے کرسیاں کھینچ کر بیٹھ گئے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہاں بھئی صاحبزادے یوٹیوبنگ کا شوق لگتا ہے سر سے اترا نہیں جبھی آنکھیں سوجی پڑی ہیں رات بھر جاگ جاگ کر۔ضامن یوسفزئی نے مومن کو گھور کر دیکھا۔

نن نہیں بابا کل بس آفس کا کام ہی نمٹاتے سونے میں دیر ہو گئی۔مومن نے سٹپٹاتے ہوئے وضاحت دی۔

سدھر جاو بہتر ہو گا۔ضامن یوسفزئی نے سنجیدہ نظروں سے گھورا۔

جی بابا۔مومن نے تابعداری سے سر جھکایا۔

جبکہ ذوالنون اسکی تابعداری پہ مسکراہٹ دباتا اٹھ گیا صالحہ بیگم سے سر پر پیار لیکر وہ ضامن یوسفزئی کے پیچھے بھاگا جو پورچ میں پہنچ چکے تھے۔

یار مما آپکی بابا سے ارینج میرج تھی ناں؟ مومن نے پر سوچ انداز میں پوچھا۔

ہاں کیوں؟ صالحہ بیگم نے حیران ہو کر پوچھا۔

نہیں کچھ نہیں میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ ایسے خشک انسان سے ارینج میرج ہی ہو سکتی ہے کوئی لڑکی خود تو لو میرج نہیں کر سکتی تھی۔اس نے مسخرے پن میں بمشکل سنجیدگی کی آمیزش کی لیکن اگلے ہی لمحے بلبلا اٹھا کہ اسکی دائیں جانب بیٹھی مرحہ جو اتنی دیر سے خاموش تھی اسکی اس بک بک پہ اس نے ہاتھ میں پکڑا کانٹا اسکے بازو میں چبھویا۔

کیا تکلیف ہے چڑیل کہیں کی مومن جلبلا کر بولا۔

کوئی تکلیف نہیں جلدی اٹھو مجھے یونی سے دیر ہو رہی ہے۔مرحہ جلدی جلدی بولتی اندر بیگ لینے بھاگی۔

اوکے مما میں واپسی پہ آج شاید لیٹ ہو جاؤں گا مجھے شجاع کی طرف جانا ہے۔مومن

نے صالحہ بیگم سے سر پر پیار لیااور گاڑی کی چابیاں اٹھاتا مرحہ کو آوازیں لگاتا پورچ کی جانب بڑھ گیا۔

نقرئی صبح چمچماتی دوپہر میں بدل چکی تھی۔یہ ستمبر کے اوائل دن تھے۔دن کے دو بجے سورج اپنی مکمل آب وتاب میں تھا۔انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی کی پارکنگ میں اس وقت بلا کا رش تھا۔ضویا دونوں ہاتھوں میں پیپرز اور اپنا بیگ سنبھالتے فون کان اور کندھے کے درمیان پھنسایا تیز تیز چلتی اپنی گاڑی تک آئی۔

ہاں فاطمہ میں یونیورسٹی سے نکل آئی ہوں بس اب کچھ دیر میں تمہارے پاس پہنچتی ہوں۔ہاسپٹل میں ہی ہو ناں؟ضویا نے گاڑی کا بیک ڈور کھولتے سب چیزیں پچھلی سیٹ پہ رکھیں اور ڈرائیونگ سیٹ پہ آ بیٹھی۔

اوکے فائن میں بس نکل رہی فی امان اللہ اسلام علیکم۔فون کے اس جانب کی بات قدرے توقف سے سنتے اس نے الوداعیہ کلمات کہتے ہوئے سیل ڈیش بورڈ پہ رکھا اور گاڑی اسٹارٹ کرتے زن سے نکال لے گئی۔

****** ******** ******** *******

ہاں شجاع کدھر ہے یار؟ میں دس گھنٹے سے تیرے فلیٹ کی بیل کو اپاہج کرنے میں لگا ہوا ہوں۔ گرمی سے بیزار ہوتے مومن نے شجاع کو فون پہ آڑے ہاتھوں لیا۔

مر کمینے تو ہمیشہ بھابھی کے پلو سے بندھا رہیں آرہا ہوں میں تو ہسپتال ہی رک۔ مومن نے دوسری جانب سے شجاع کی بات سن کے بلبلاتے ہوئے اسے جواب دیا اور تیزی سے پارکنگ کی جانب بڑھا۔

******* ****** *******

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سیاہ سوک اور سلور اکارڈ تھوڑے فاصلے پہ روانی سے اپنی منزل کی طرف گامزن تھیں۔

کہاں ہیں ضویا مادام؟ سگنل پہ گاڑی رکی ہی تھی کہ فاطمہ کی کال پھر سے آگئی۔

یار بس پہنچ رہی ہوں بروہی روڈ پہ۔۔۔ابھی ضویا کی بات منہ میں تھی کی گاڑی کو زوردار جھٹکا لگا۔

فاطمہ میں پہنچ رہی بس بائے۔ ضویا کال بند کرتی گاڑی سے باہر نکلی۔ دیکھا تو ایک سلور

اکارڈا سکی کار کی بیک لائٹس اور ڈگی کا بیڑہ غرق کرنے میں بہت حد تک کامیاب رہی۔

سورج کی ترچھی روشنی میں وہ گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے وجود کو نہیں دیکھ پائی اور غصے سے اس گاڑی کی طرف بڑھی۔

باہر تشریف لائیے محترم۔صدا کی متحمل مزاج ضویا یہاں بھی مزاج سے مجبور سخت الفاظ و لہجہ اپنانے میں ناکام رہی۔

جی فرمائیے محترمہ۔پہلے گاڑی کا شیشہ نیچے ہوا اور پھر ضویا کے بات دہرانے پہ ایک سیاہ شرٹ اور سیاہ جینز میں ملبوس لمبا تڑنگا وجود گاڑی سے باہر نکلا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حشر دیکھ رہے ہیں جو میری گاڑی کا آپ نے کیا ہے۔آنکھیں سے مکمل اندھے ہیں یا دن میں نظر نہیں آتا۔ضویا نے خوب ہی مکمل میں لتھڑا طنز ارسال کیا۔

معذرت محترمہ میں انکی بھرپائی کرنے کو تیار ہوں۔اس لمبے دیو نے سنجیدگی سے جوب دیا تھا۔

بہت شکریہ کر سکتی ہوں خود میں۔۔سگنل کھل چکا تھا وہ کلس کر کہتی گاڑی میں بیٹھی اور تیزی سے گاڑی آگے بڑھا گئی۔

پیچھے کھڑے لمبے دیو نے سر پہ ہاتھ پھیرا اور چل مومن نکل تو بھی کہہ کر گاڑی میں بیٹھا اور ضویا ہی کی سپیڈ سے گاڑی بڑھائی۔

------**********------

ہاں فاطمہ پہنچ گئی ہوں میں پارکنگ میں ہوں ضویا نے گاڑی لاک کرتے فون کان اور کندھے میں پھنسایا سامنے الرحیم میڈیکل کمپلیکس کا بورڈ جگمگا رہا تھا وہ بیگ کہنی پہ ٹکائے تیزی سے ہاسپٹل کی اینٹرنس کی جانب بڑھی۔

ایکسکیوزمی روم نمبر 35 ڈاکٹر فاطمہ ضیاء سوری فاطمہ شجاع کس سائیڈ پہ؟ ضویا نے ریسیپشنٹ سے پوچھا۔

میم یہاں سے لیفٹ سائیڈ پہ لفٹ ہے آپ سیکنڈ فلور پہ لفٹ سے نکلتے رائٹ سائیڈ کو مڑیے گا تھرڈ روم ڈاکٹر فاطمہ کا ہے۔ ریسپشنسٹ لڑکی نے شائستگی سے راستہ بتایا۔

اس دوران ضویا اپنے پیچھے کھڑے وجود سے بے خبر تھی۔ جس نے مطلوبہ کمرے کا ایڈریس بنا پوچھے حاصل کر لیا تھا۔ وہ دونوں آگے پیچھے چلتے لفٹ تک آئے۔

ضویا اپنے بیگ میں بری طرح الجھی جانے کیا تلاش کرتی لفٹ میں داخل ہوئی اس کے ساتھ ہے ایک دراز قد وجود بھی لفٹ میں داخل ہوا اور سیکنڈ فلور کا بٹن پش کرتا لفٹ کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

ایکسکیوزمی سر مجھے سیکنڈ فلور پہ جانا ہے آپ سیکنڈ فلور کا بٹن۔ ضویا بیگ سے الجھنا چھوڑ کی سیدھی ہوئی مگر آدھی بات اس کے منہ ہی میں رہ گئی سامنے مجسمے کی طرح ایستادہ وجود کو دیکھ کر اسے غصہ امڈ کر آیا۔

آپ۔۔۔ ضویا نے دانت کچکچا کر بولا۔

دھیرج محترمہ اپنے دانت کیوں گھسا رہی ہیں مجھے بھی سیکنڈ فلور پہ جانا ہے۔ اووو آپ کہیں یہ تو نہیں سمجھ رہیں کہ میں آپکے تعاقب میں یہاں پہنچا ہوں؟ دانت نکوستے شرارت آنکھوں میں بھرے وہ مخاطب تھا۔

ضویا نے ہاتھ دفع دور کے انداز میں جھٹکا اور پھر سے اپنے بیگ میں سر گھسائے کچھ ڈھونڈنے لگی۔

بائے داوے مائے سیلف مومن یوسفزئی۔ مومن کو سامنے کھڑی لڑکی دلچسپ سی

پہیلی لگی جبھی اسکی خاموشی کے باوجود بات آگے بڑھائی۔

اسکی بات پہ ضویا نے کوئی جواب نہیں دیا۔اسی وقت لفٹ رک گئی۔دروازہ کھلا اور ضویا تیزی سے باہر نکلتی چلی گئی۔

مومن نے گہرا سانس بھر کر کندھے اچکائے اور خود بھی لفٹ سے باہر نکل گیا۔

لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ تیز قدموں سے چلتی ضویا کو کراس کر کے روم نمبر 35 کے دروازے پہ پہنچا ضویا نے اپنی منزل کے سامنے کھڑے اس دیو کو کٹ کھنی نظروں سے گھورا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

یہ لیچڑ یہاں کیا کر رہا ہے۔۔اووو کہیں یہ سائیکو تو نہیں جبھی ایسی حرکتیں ہیں اسکی۔۔

چل فاطمہ بہن میری ہمدردیاں اور بھی بڑھ گئی ہیں تجھ سے ایسے ڈھیٹ مریض ہیں تیرے۔۔سوچتے سوچتے ضویا روم کا دروازہ نوک کرتی روم میں داخل ہوئی۔سامنے ہی وہ ڈھیٹ مکمل اطمینان سے بیٹھا شجاع ڈاکٹر شجاع خانزادہ سے باتیں بگھار رہا تھا۔

ضویا اسے مکمل اگنور کرتے فاطمہ کی جانب بڑھی جو اسے دیکھتے ہی گرمجوشی سے اپنی سیٹ سے اٹھ کر اسکی جانب آ رہی تھی۔

بہت ہی کوئی بد تمیز ہوا ایک ہی شہر میں رہتے پورے مہینے بعد تمہارا دیدار نصیب ہو رہا ہے۔فاطمہ نے ضویا کے گلے لگتے اسکے کندھے پر دھموکا جڑتے لگے ہاتھوں شکوہ کیا۔

بس میری روٹین یونو ویل۔ضویا نے کندھے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

اوکے شجاع ہم لوگ نکل رہے ہیں شاپنگ اور لنچ دونوں کا پلان ہے شام میں مجھے ضویا ہی ڈراپ کر دے گی۔فاطمہ نے جلدی جلدی چیزیں سمیٹکر بیگ میں ڈالیں۔اور ضویا کے ساتھ چلی گئی۔

اوبھائی کن خیالوں میں ہے؟؟مومن کو مسلسل دروازے پہ نظریں جمائے خاموش بیٹھے دیکھ کر شجاع نے اسکی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی تو وہ ہڑبڑا کر سیدھا ہو کر بیٹھا۔

----------**********----------

وقت واقعی ہر زخم کا مرہم ہے۔ہر گزرنے والے دن میں میری مصروفیات مجھے اتنی فرصت نہیں دیتیں کہ میں کہیں اطمینان سے بیٹھ کر آپکو سوچ سکوں بابا۔لیکن میری مصروفیات نے مجھے کبھی آپکو بھولنے بھی نہیں دیا۔میری کامیابی مجھے آپکا میرا ہاتھ پکڑ

کر مجھے چلانا یاد کرواتی ہے۔لوگوں کے تلخ شوگر کوٹڈ رویے مجھے آپکی خالص شخصیت بری طرح یاد کرواتے ہیں۔ضویا ٹیرس پہ بیٹھی ٹھنڈی پڑتی چائے کے کپ کو گھورتی سوچوں میں غرق تھی۔

ضویا مغرب کا وقت ہونے کو ہے اندر آجاو۔خورشید بیگم نے اسے آواز دی تو وہ اپنے سوچوں کے گہرے سمندر سے ہڑبڑا کر باہر نکلی۔

جی امی جان آرہی ہوں۔اس نے وہیں سے جواب دیا۔

بابا میں معذرت کے بھی لائق نہیں ہوں شاید ابھی تک آپکے قاتلوں تک پہنچنے میں ناکام ہوں۔میرے سامنے ایک اندھی پہیلی ہے جسے میں سلجھا نہیں پا رہی۔بس دعا کریئے گا کہ جلد اس درندے کو بے نقاب کر سکوں۔سامنے غروب ہوتے گہرے زرد رنگ کے سورج پہ نظریں جمائے وہ پھر سے سوچوں میں کھو چکی تھی۔

ایسی ہی زرد شام یہاں سے کچھ دور راولپنڈی کے ایک گھر پہ اتری تھی. جہاں لان میں سبز گھاس گہرے رنگ میں ڈھل چکی تھی۔لان کے بیچوں بیچ پڑی کرسیوں میں ایک

پہ مومن خان بیٹھا تھا سامنے لیپ ٹاپ کھلا تھا۔ کل رات ریکارڈ کیئے گئے ولاگ کی ایڈیٹنگ ہو رہی تھی۔ وہ اپنی فرم میں ہیڈ آف فنانس ڈیپارٹمنٹ ہونے کے علاوہ ایک یوٹیوبر تھا۔ سوشل ایشوز کو ہائی لائٹ کرنے کے علاوہ ٹریول ولاگز بناتا تھا۔ ضامن خان کے بارہا اسکی جاب کے مخالفت کرنے کے باوجود وہ انکے بزنس میں شامل نہیں ہوا۔

مومی یہ رہی چائے اور یہ رہے نگٹس۔ مرحہ نے اسکے سامنے چائے کا مگ اور نگٹس سے لبالب بھری پلیٹ دھری۔

کیا بکواس ہے یار۔ مومن ایک دم سے بھڑکا۔

ہیں ہیں ہیں تمہیں کس بھڑ نے کاٹ لیا جو ایسے اچھل رہے ہو۔ مرحہ نے پاوں کرسی کے اوپر رکھتے تجاہل عارفانہ سے پوچھا۔

یہ تم مجھے کیا ہر وقت مومی مومی کہتی رہتی ہو۔ سیدھا سیدھا مومن بولا کرو یا بھائی کہہ لیا کرو تمہاری مہربانی۔ مومن نے کھٹاک سے دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے کو لگائے۔

ہاں تو اب تم اس قدر چٹے ککڑ ہو کہ تمہیں دیکھ کر مومی ہی آتا دماغ میں۔ ہے ناں زونی بھائی مرحہ نے لان میں آتے ذوالنون کو بھی شامل کیا۔

چلو جی ذوالنون زونی ہو گیا۔ مومن نے سر پکڑ کر تاسف کا اظہار کیا۔

لڑکی یہ بتاو تم چاہتی کیا ہو؟ ہاں؟ ذوالنون یار اس دن گروسری کرنے ممانے اسے میرے ساتھ بھیج دیا۔ وہاں کچھ فینز مل گئیں۔ یہ محترمہ دور سے بلاتے آرہی ہیں او مومی سن۔ اور آتے ساتھ ہی کندھے پہ دھپ مار کے فرمائے لگیں مومی کے بچے ادھر کھڑے گپیں بگھار رہے ہو ادھر کاونٹر پہ آ کے بل پے کرو۔ اور وہ سب فینز دبی دبی ہنسی لے کر وہاں سے چلی گئیں۔ اور اس دن سے میرے ہر ولاگ پہ آدھے کمنٹس مومی کے نام سے ہوتے ہیں۔ مطلب حد ہو گئی یار۔ مومن ایک سانس میں بولتے بولتے آخر میں روہانسا ہو کر بولا۔

ہاں تو کیا ہوا اچھا ہے ناں فینس ہو گیا تمہارا نک نیم۔ مرحہ جو مومن کی ساری تقریر ہے دوران مضحکہ خیز شکلیں بنا رہی تھا کندھے اچکاتے کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

تم رکو میں بتاتا ہوں تمہیں مومن اٹھ کر اسکی طرف آیا لیکن وہ پہلے ہے بھاگ کھڑی ہوئی

ذوالنون ان دونوں کو دیکھ کر سر ہلاتے ہوئے ہنس دیا۔

اب تیری دندیاں کیوں نکل رہی ہیں؟ مومن ذوالنون کے کندھے پہ دھپ مارتا واپس لیپ ٹاپ کے سامنے آ بیٹھا۔

ایسے ہی بس سوچ رہا تھا تم دونوں سے ہی ہمارے گھر کی رونق ہے۔ ذوالنون مومن کو محبت سے دیکھتے ہوئے بولا۔

اچھا چل میں چینج کر لوں تم بھی آ جاو پھر تمہارا ولاگ دیکھتے ہیں۔ ذوالنون کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ جبکہ اسکے پیچھے مومن کی پر سوچ نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا۔

کیا میں وہ کر پاوں گا جو میں کرنا چاہتا ہوں؟ کیا مما مرحہ اور ذوالنون کا دل ٹوٹتا دیکھ سکوں گا میں؟ یا اللہ میری مدد کر دے میرے دل کو اس اضطراب سے نکال دے۔

مومن اپنے بال دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں بھینچتا ہوا کراہا۔

شام کی سرخی اندھیرے میں بدلتے کرب ناک سا مسکرائی اور نم آنکھیں صاف کرتی رات کے اندھیرے میں ضم ہو گئی۔

مرحہ اگلے دو منٹ میں تم باہر نہ آئیں تو میں بتا رہا ہوں یہیں چھوڑ کر چلا جاوں گا۔

مومن گاڑی سے ٹیک لگائے فون پر مرحہ سے جھنجھلا رہا تھا۔

آگئی ہوں بابا۔مرحہ اسے سامنے سے آتی دکھائی دی۔

یکایک مرحہ نے رک کے پیچھے ہٹ کر کسی کو رستہ دیا۔اور سامنے سے ایک سرمئی عبایا میں چھپا وجود نمودار ہوا۔جسے دیکھ کر مومن چونکا۔

اوہ یہ مس مرچ یہاں پڑھتی ہیں۔وہ خود سے بڑبڑایا۔

سرمئی عبایا سرمئی حجاب اور سرمئی گلووز اور سرمئی ہی شوز میں وہ تپتی دھوپ میں بھی عجب بادلوں کی سی ٹھنڈک بخش رہی تھی۔اگرچہ صرف اسکی آنکھیں ہی دکھائی دیتی تھیں لیکن وہ مومن خان کی توجہ لمحوں میں اپنی جانب کھینچ چکی تھی۔

مرحہ اور وہ مس مرچ باتیں کرتے کرتے اسکے قریب آئے۔تو وہ لڑکی ساتھ کھڑی بلیک سوک کا ڈور انلاک کرتے اس میں بیٹھ گئی۔مومن ہنوز جامد کھڑا تھا۔

اوہیرو تجھے کس نے فریز کر دیا۔مرحہ نے ایک دو آوازوں پہ اسے متوجہ نہ ہوتے دیکھ کر اسکے کندھے پہ تھپڑ جڑا۔مومن ہڑبڑا کر ہوش میں آیا۔

جنگلی بدتمیز ڈفر ہو پوری کہ پوری۔وہ بے طرح جھنجھلایا۔

بیٹھو گاڑی میں اسکے لیئے دروازہ کھول کر وہ خود دوسری جانب آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

مرحہ۔۔۔گاڑی گھر سے پانچ دس منٹ کے فاصلے پہ تھی جب ایک سگنل پہ رکنا پڑا۔ تب مومن دھیرے سے بولا۔

بکو۔ مرحہ نروٹھے لہجے میں بولی۔ابھی وہ اسکے پارکنگ میں دیئے گئے القابات بھولی نہیں تھی۔

وہ جو تمہارے ساتھ لڑکی آرہی تھی وہ تمہاری دوست ہے کیا؟مومن نے اپنا لہجہ حتی المقدور بے نیاز اور لاپرواہ سا رکھا۔

کیوں تم کیوں پوچھ رہے؟سامنے بھی مرحہ تھی ایک مرتبہ میں صحیح جواب نہ دینے والی۔

کیونکہ میں تمہارا بھائی ہوں اور میرا فرض ہے تمہارے سوشل سرکل آئے میں فرینڈ سرکل پہ نظر رکھوں۔مومن نے لہجے میں بمشکل سنجیدگی کی آمیزش کی۔

اوبھائی دوست نہیں ہیں وہ میری اسلامیات اور عربیک ڈیپارٹمنٹ میں انٹرنی پروفیسر

ہیں اور یہاں سے پی ایچ ڈی کر رہی ہیں۔ مرحہ نے تفصیلی جواب دیا۔

لیکن تمہارا ڈیپارٹمنٹ تو اکنامکس نہیں ہے ؟ سگنل کھل چکا تھا۔ مومن نے پوچھتے ہوئے گاڑی آگے بڑھائی۔

میرا اکنامکس ہے لیکن یہ ایک موٹیویشنل سپیکر ہیں اس لیئے ان سے سلام دعا ہے میری۔ اور آپ تو یوٹیوبر ہیں آپ نہیں جانتے زیڈ کے کو ؟ مرحہ نے حیرانگی سے پوچھا۔

زیڈ کے۔ وہی جس کا کالم مما پڑھتی ہیں۔ مومن سے سوچتے ہوئے پوچھا۔

ہاں وہی ہیں۔ گھر آ چکا تھا گارڈ نے گیٹ وا کیا۔ مومن نے گاڑی زن سے آگے بڑھائی اور پورچ پہ لا کھڑی کی۔

بائے داوے آپ کیوں پوچھ رہے ؟ مرحہ جو گاڑی سے باہر نکل چکی تھی کھڑکی پہ جھک کر بولی۔

چوہیا تجھے کیوں بتاوں ؟ مومن گاڑی بند کرتا باہر نکلا۔ اور مرحہ کو تپاتے ہوئے بولا۔

میں چوہیا؟ خود کیا ہو مومی گڑیا۔ مرحہ نے اسے زبان چڑائی اور اندر بھاگ گئی۔

بد تمیز۔۔مومن دانت پیستے اندر بڑھا۔

....

فاطمہ تم آجاناناں یونی پھر اکٹھے چلیں گے۔ضویا فون کان سے لگائے سامنے پڑے پیپرز کو سائیڈ پہ کرتے اٹھ اور کھڑکی میں آن کھڑی ہوئی۔اسکا روم دوسری منزل پہ تھا۔سامنے ڈوبتا سورج سرخ سی روشنی سارے منظر پہ پھیلا رہا تھا۔جیسے تمام منظر خون میں نہا گیا ہو۔ایک دم سے اسکے دماغ کو جھٹکا لگا۔دور کہیں سے نیوز بلیٹن کی آواز اسکے کانوں میں سیٹی کی طرح بجی۔اے ایس آئی علی رضا خان کو نامعلوم افراد نے گولیوں کا نشانہ بنایا۔شدید زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے۔اسکی آنکھیں تیزی سے سرخ ہونے لگیں۔

یار تم آجاناناں ملک آباد شاپنگ مال میں کافی نئی ورائٹی آئی ہے۔فاطمہ کی آواز اسے حال میں کھینچ لائی۔

ہاں اچھا ٹھیک ہے آجاؤں گی میں۔۔مجھے بھی تمہارے ساتھ ایک سائیکائٹری سیشن کی ضرورت ہے۔کل ملتے ہیں فی امان اللہ۔۔کہتے ساتھ ہی اس نے فون آف کر دیا۔

ادھر فاطمہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی کیا بنے گا اس لڑکی کا۔فاطمہ بڑبڑائی۔

ادھر ضویا کی نظریں بھی کھڑکی سے باہر سرخ ہوتے سورج پہ جمی تھیں۔ایک ٹک دیکھنے سے آنکھوں میں چبھن سے ابھری اور ایک شفاف پانی کا قطرہ اسکے رخسار پہ پھسل گیا۔اس نے بے دردی سے آنکھوں کو مسلا اور اٹھ کر تیزی سے باہر کو لپکی۔اسکا رخ انساب کے روم کی جانب تھا جو آج کل چھٹی منا رہا تھا۔

انساب۔۔دھاڑ سے دروازہ کھولتی ضویا اندر آئی۔

جی انساب کی بہن۔انساب نے سینے پہ ہاتھ رکھ کر تعیظم سے جھکتے ہوئے کہا۔اگرچہ آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی۔

مجھے بات کرنی ہے تم سے بیٹھو۔ضویا چیئر بیڈ کے قریب کھینچتے ہوئے بولی۔ساتھ انساب کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

انساب ضویا کا سنگین چہرہ اور سرخ پڑتی آنکھیں دیکھ کر سنجیدگی کے چولے میں آگیا۔

کیا بات ہے ضوئی ٹھیک تو ہو ناں؟انساب نے اسکے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

میرے سر کی قسم کھاو کہ جو بھی پوچھوں سچ سچ بتاوگے؟ضویا نے تیزی انساب کا اپنے

سر پہ رکھا ہاتھ تھاما۔

کیا ہو گیا ضوئی۔انساب بے طرح مضطرب ہوا۔

پہلے جو کہا ہے وہ کرو۔ضویا جھنجھلائی۔

اوکے اوکے آئے پرامس۔انساب جلدی سے بولا۔

دو سال قبل۔۔۔ضویا بولتے بولتے رکی۔۔۔آنکھوں میں نمکین پانی تیزی سے بھرنے لگا۔سر جھکا کر اس نے زور سے آنکھوں کو رگڑا۔

دو سال پہلے جب بابا کو بلٹس لگی تھیں۔تب تم دو منتھس تک ایف آئی آر کو فالو کرتے رہے۔لیکن ایک رات جب جس تھانے میں ایف آئی آر درج تھی اس کا ایس ایس پی ہمارے گھر آتا ہے۔اور اس سے میٹنگ کے نیکسٹ ڈے تم اس ایف آئی آر سے withdraw کر لیتے ہو۔اب تم مجھے بتاؤ گے کہ اس کے پیچھے وجہ کیا تھی۔؟

ضویا بہت ٹھہرے لہجے میں بول رہی تھی۔اسکی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔دل کی ساری تپش آنکھوں کے رستے نکل رہی تھی۔

ضوئی۔۔۔انساب نے اضطراب سے اپنے ماتھے کو مسلا۔

ریمیمبر مسٹر انساب آپ میرے سر کی قسم کھا چکے ہیں۔ضویا کی سپاٹ نظریں انساب کے چہرے پہ جمی تھیں۔

اوکے۔۔۔بتاتا ہوں۔۔لیکن تم سننے کے بعد کوئی جذباتی حرکت نہیں کرو گی۔۔

اوکے۔۔انساب نے دونوں ہاتھ اٹھاتے گہرا سانس لیا۔

دو سال قبل۔۔۔۔۔انساب بولتے ہوئے دماغی طور پر بھی دو سال قبل جنوری کی ایک دھند آلود شام میں کھو گیا تھا۔ضویا اپنے ہاتھوں کو گھورتی سراپا سماعت بنی اسے سن رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دو سال قبل۔

بابا کیا بات ہے؟آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔انساب جو دو دن قبل چھٹی آیا تھا۔دو دن سے دل خان کو پریشان دیکھ رہا تھا آج اکیلے بیٹھے دیکھ کر انہیں گھیر لیا۔

ارے نہیں بیٹا کوئی بات نہیں بس تم جانتے ہو جاب کا برڈن۔۔تم بتاو تمہاری جاب کیسی جا رہی؟علی صاحب نے بات کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔

بابایار بات مت بدلیں۔میں آپکی آنکھوں میں بے بسی سے بھری تکلیف دیکھ رہاہوں بتائیں مجھے۔

انساب بے چین ہوتاانکاہاتھ تھام گیا۔

بابا۔۔بابایار کہاں ہیں آپ۔۔۔اے لومیں آپکو سارے گھر میں ڈھونڈرہی آپ ادھر لان میں چھپے بیٹھے ہیں۔ضویامنہ بسورتی تیز تیز چلتی لان کی جانب آرہی تھی۔یہ ضویا آج کی ضویاکا بالکل الٹ تھی۔بے تحاشہ بولتی چڑیاکہ طرح چہکتی ستارہ آنکھوں والی۔۔جوضویااب تھی اسکی آنکھوں کی چمک ماند تونہیں پڑی تھی لیکن سرد پن اپنی جگہ ایسے بناچکاتھاکہ ان ستاروں کہ چمک کہیں دکھائی نہیں دیتی تھی۔

ارے میرابچہ میری جان ادھر آومیرے پاس۔علی صاحب نے دونوں بازووا کیئے۔ ضویاکہہ کران کے ساتھ لگی۔

دیکھیں بابامماانے پھر بلاوجہ ڈانٹا۔۔۔ضویاتیز تیز بولتے سارے گھر کی شکایتیں جمع کروارہی تھی۔اور علی صاحب بھیگی آنکھوں سے مسکراتے ایک ٹک اپنی بیٹی کے بھولے بھالے چہرے کودیکھ رہے تھے۔

اوہ تو معاملہ ضوئی سے متعلق ہے۔انساب ایک آرمی آفیسر ہونے کے ناطے بہت تیزی سے معاملے کی تہہ میں پہنچا۔اگرچہ علی صاحب کا ضویا سے لاڈ پیار باقی اولاد سے الگ اور بہت بڑھ کے تھا۔لیکن اس وقت انکی آنکھوں سے وہ انکی کیفیات اندر تک پڑھ چکا تھا۔

ضویا بھاگ کے جاو میرا سیل فون روم میں ہے ایک امپورٹنٹ کال آنی ہے پلیز لادو ناں۔انساب نے منت کرتے ہوئے کہا۔

اوکے لادیتی ہوں کیا یاد کروگے۔ضویا نے چہرے کے اطراف میں جھولتی بالوں کی لٹوں کو ایک جھٹکے سے پیچھے کیا۔انساب اسکی حرکت پہ مسکرایا۔

جاو جلدی اور پلیز چائے بھی لیتی آنا۔انساب نے جاتی ہوئی ضویا کے پیچھے ہانک لگائی۔

اوکے ےےےےے۔وہ وہیں سے چلاتی اندر بڑھ گئی۔

جی تو بابا اتنا میں جان گیا ہوں کہ پریشانی ضوئی سے متعلق ہے۔۔باقی آپ بتائیں گے یا وہ بھی میں خود پتہ کروالوں۔۔بولتے بولتے انساب کا لہجہ نروٹھا سا ہو گیا۔

علی خان نے سامنے بیٹھے بیٹے کو دیکھا۔اونچا لمبا خوبرو سرخ و سفید رنگت سیاہ آنکھیں

سیاہ بال چہرے پہ سجی ہلکی سی داڑھی اونچی کھڑی ناک۔اور گہری سنجیدگی کی چھاپ لئیے ایک مکمل چہرہ۔ علی خان نے دل ہی دل میں اسکی نظر اتاری۔

انسب بچے میں تمہیں کسی قسم کے جھگڑے میں انوالو نہیں کرنا چاہتا۔کچھ تمہاری جاب اب سینسٹو نوعیت کی ہے۔ان معاملوں کو میں خود دیکھ لونگا۔ علی خان اسکا ہاتھ تھپتھپایا۔

بابا میں خود پتہ کروالوں گا۔انساب نے کنپٹی سہلاتے ہوئے انفارم کیا۔

علی خان نے گہرا سانس لیا۔۔اور بولے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اچھا تو سنو راولپنڈی کا رہائشی ایک ٹرانسپورٹ کا تاجر جو بیسکلی پشاور سے بی لانگ کرتا ہے۔اس کے ایریا کے تھانے میں ہوتا ہوں میں آج کل۔وہ دنیا کی نظر میں ایک گاڑیوں کا تاجر ہے۔ لیکن اس کی آڑ میں وہ ڈرگز اور لڑکیاں سمگل کرتا ہے۔جب میری ڈیوٹی لگی تو مجھے خاص طور پہ بتایا گیا کہ خان صاحب سے کسی قسم کی اختلاف رائے نہیں رکھنی۔ لیکن میرے لئیے فرض سے کوتاہی گناہ کبیرہ ہے۔ پچھلے مہینے مجھے خبر ملی کہ نیشنل ہائی وے راولپنڈی N5 سے اس بندے کا ڈرگز کا سامان پاس ہو گا۔ ناکا وہاں ایس ایس پی اپنی مرضی کا لگائے گا۔ بائے چانس میری ڈیوٹی بھی وہیں لگ گئی۔

گاڑیوں کی چیکنگ معمول کے مطابق تھی۔جب ایک پراڈو آکر رکی۔میرا ایک ساتھی آگے بڑھا اس نے گاڑی کے ڈرائیور سے مصافحہ کیا۔وہ لوگ مجھ سے قدرے فاصلے پہ تھے۔میں انکی گفتگو واضح طور پہ سن نہیں پایا لیکن جیسے میرے ساتھی نے بنا تلاشی لئیے اسے گزرنے کا اشارہ کیا مجھے کچھ دال میں کالا لگا۔میں نے آگے بڑھ کر گاڑی روکی۔اور اپنے دو ماتحتوں کو اشارہ کیا کہ وہ گاڑی کہ تلاشی لیں۔وہ ہچکچا گئے تو میرا شک یقین میں بدل گیا۔اور بائے چانس وہاں سے ایک نیوز چینل کی رپورٹنگ وین گزری تو میں نے اسے روک لیا۔اس پراڈو کی تلاشی لی گئی۔اس میں سے واقعی ڈرگز اور اسلحہ برآمد ہوا۔یہ نیوز بریک اس وقت کے بلیٹن میں لائیو چلی اور اگلا ایک ہفتہ اس موضوع کو پیٹا گیا۔یہ سب ایک طرف۔کچھ دنوں سے ڈمب کالز موصول ہو رہی ہیں۔یا تو کوئی بولتا نہیں ہے یا پھر ایک آواز آتی ہے کہ تیرا اب اندھا قتل ہو گا۔کل میری ٹیبل پہ ایک چٹ تھی کہ SAVE YOUR FAMILY.. IF YOU CAN..

علی صاحب کرسی کی پشت سے سر لگائے دھیمے لہجے میں بول رہے تھے۔

میرا اندھا قتل ہوتا ہے یا آنکھوں والا۔۔آئی ڈیم کیئر۔۔لیکن فیملی نہیں۔۔علی صاحب

نے اذیت سے آنکھیں مسلیں۔

بابار یلیکس ہو جائیں۔۔کچھ نہیں ہو گا۔۔ہم مل کر حل نکالتے ہیں۔۔انساب انکے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔

چلو اندر چلتے ہیں۔ علی صاحب گہری سانس لے کر گھر کی مرکزی عمارت کی جانب بڑھ چکے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اچھا بیگم صاحبہ نکلتا ہوں میں۔ علی صاحب ناشتہ کر چکے تھے اب اپنی چیزیں اٹھاتے خورشید بیگم سے مخاطب ہوئے۔

فی امان اللہ اللہ کی حفاظت میں جایئے۔خورشید بیگم آیت الکرسی پڑھ کر ان پہ پھونک مارتے ہوئے بولیں۔

انکی اس ادا پہ علی صاحب مسکرا دیئے۔اور اپنی یونیفارم کیپ اٹھاتے باہر کی جانب بڑھ چکے تھے۔

بابا چلے گئے؟ سیاہ ٹراؤزر سیاہ لانگ شرٹ میں ملبوس سیاہ دوپٹے کے ہالے میں چمکتا روشن چہرہ لیئے ضویا ڈائننگ روم میں داخل ہوئی۔

ہاں کیوں کیا ہوا؟ خورشید بیگم نے برتن سمیٹتے دریافت کیا۔

کچھ نہیں بس ایسے ہی دل گھبرا رہا تھا سوچ رہی تھی کہ بابا کو آج ڈیوٹی جانے سے روک لوں۔ گھر پہ چل کر رینگے۔ ضویا نے اداسی سے چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں سجایا۔

اس جنگلی بلی کے منہ کے زاویے کیوں بگڑے ہوئے ہیں۔؟ انساب ڈائننگ ہال میں داخل ہوا۔ اور فروٹ باسکٹ سے ایک تگڑا سا سیب اٹھاتے اس نے ضویا کو چڑانا ضروری سمجھا۔

بابا ڈیوٹی پر چلے گئے ہیں اور میرا دل پتہ نہیں کیوں بہت گھبرا رہا ہے۔ ضویا اسی پوزیشن میں بیٹھی بولی اس پہ انساب کے چڑانے کا بھی اثر نہ ہوا۔

کیا؟ کب گئے بابا؟ انساب اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

ابھی کیوں کیا ہوا؟ ضویا پریشان ہوتی اسکے قریب آئی۔

کک کچھ نہیں۔ انساب تین تین سیڑھیاں اکٹھی پھلانگتا اپنے روم کی جانب بڑھا تھا۔

پیچھے ضویا پریشان سی کھڑی تھی۔

ادھر انساب کے کمرے میں آئیں تو وہاں ایک عجیب کھلبلی سی مچی تھی لیپ ٹاپ آن تھا ساتھ کچھ ڈیوائسز کنیکٹڈ تھیں۔خود وہ لاکر میں سر گھسائے کھڑا تھا۔تیزی سے وہ پیچھے پلٹتے ہوئے لیپ ٹاپ کی جانب بڑھا تو اس کے ہاتھ میں موجود سلور سے پسٹل کا ٹھنڈا دھات جگمگایا جسے وہ اپنی جینز کی پچھلی جیب میں اڑستا لیپ ٹاپ کی جانب جھک کر کچھ کیز پریس کرنے لگا۔علی صاحب کے سیل میں موجود ٹریسر کے ذریعے انکی موجودہ جگہ کا تعین کرتے وہ تیر کی سی تیزی سے باہر لپکا.

سیڑھیاں پھلانگتے اس نے کوئی نمبر ڈائل کیا۔

فون کان اور کندھے کے بیچ پھنسائے اس نے جیب میں اڑسا پسٹل ٹھیک کیا۔دوسری جانب سے کال ریسیو کر لے گئی تھی۔

ہاں عمر تم ہاشم اور ابو بکر کو لے کر ادھر گھر پہنچو میرے اور کوور اپ کرو۔اور اسلم اور میکال سے کہو مجھے N5 پہ جوائن کریں۔اگلے بندے کی بات سنے بغیر اس نے فون جیب میں اڑسا۔اور لاؤنج میں ہکا بکا کھڑی ضویا کے سر پہ بوسہ دیتا باہر بھاگا۔

اسکے کانوں میں رات آنے والی کال کی دھمکی آمیز آواز گونج رہی تھی۔رات علی صاحب کے جانے کے بعد اس نے دیکھا انکا سیل فون وہیں لان میں ٹیبل پہ پڑا تھا۔اسی لمحے کال آنے لگی۔اسے کال ریسیو کرنا میمز کے خلاف لگا لیکن کچھ دیر قبل ہونے والی گفتگو کے زیر اثر اس نے کال ریسیو کر لی۔

ڈی ایس پی علی خان کل کا سورج تمہارے لئیے بھاری ہو گا۔اس کے بعد فورا کال بند ہو گئی۔انساب نے خفیہ ایجنسی میں موجود اپنے ایک دوست کو وہ نمبر ٹریس کرنے کا بولا۔اور علی صاحب کو بھی کل ڈیوٹی آف کرنے کا کہہ کر سونے چلا گیا۔صبح اچانک علی صاحب کو ایس ایس پی کی کال پہ انہیں ارجنٹ جانا پڑا۔اور تب وہ انساب کی رات کو ڈیوٹی پہ نہ جانے والی بات بھی بھول چکے تھے۔

ارے انسب بچے کہاں جا رہے ہو؟خورشید بیگم افتاں و خیزاں سی انساب کے پیچھے آئیں

مما ضو یا کو لے کر اپنے روم میں چلی جائیں ڈور لاک کر لیں اور جب تک میں یا بابا نہ آئیں تب تک آپ نے باہر نہیں آنا۔انساب تیز قدموں سے چلتا باہر پورچ کی جانب بھاگا۔

خورشید بیگم ارے ارے کرتی رہ گئیں اور وہ ہوا کی سی تیزی گاڑی اڑا لے گیا۔ گیٹ آٹومیٹکلی لاک ہو چکا تھا۔ وہ بھی اندر بھاگیں۔

*********** ********** *********

انساب کی گاڑی کے سپیڈ میٹر کی سوئی 200 اور 180 کے درمیان لرز رہی تھی اور کبھی 200 سے بھی آگے گزر جاتی۔ اس کی بدحواسی بھری تیزی کو دیکھ کر تقدیر کرب سے آنکھیں میچ گئی۔ دور فضا میں کہیں گولیوں کی تڑتڑاہٹ گونجی۔ پرندوں کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ خوف میں گھل کر ابھری۔ فضا میں ایک نوحہ سا بکھرا۔ اور موت کا سکوت چھا گیا۔ انساب کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں بھینچ کر مسلا۔ اسکی گاڑی کی سپیڈ کچھ اور بڑھی اور N5 ہائی وے کے روڈ کا موڑ مڑتے دور سے اسے انسانوں کا جم غفیر نظر آیا۔ علی خان صاحب کی موجودہ لوکیشن یہیں سے شو ہو رہی تھی۔ انساب کا دل کسی انہونی کے احساس سے لرزا۔ ہاتھ کپکپائے۔ اسٹیئرنگ وہیل پھسلا۔ گاڑی ڈگمگائی۔ لیکن وہ خود کو کمپوز کرتا گاڑی سائیڈ پہ کھڑی کرتا بجلی کی سی تیزی باہر نکلا اور تیر کی طرح ہجوم کی جانب لپکا۔

ہجوم کو چیرتا وہ آگے بڑھا۔ لیکن سامنے بکھرے منظر نے اسکے وجود اس کے ہوش و

حواس کو شل کر دیا۔

سامنے علی صاحب کا گولیوں سے چھلنی بے حس و حرکت وجود خون کے تالاب میں لت پت پڑا تھا۔انساب ڈگمگاتے قدموں سے آگے بڑھا۔دھپ سے اسکے گھٹنے زمین سے ٹکرائے۔ہجوم میں سے کچھ ہاتھ دلاسے کو اسکے کندھے تھپتھپانے لگے۔لیکن وہ ہر چیز سے بے خبر علی صاحب کے زرد چہرے اور ادھ کھلی آنکھوں کو ایک ٹک دیکھے جا رہا تھا۔دھیرے سے اس نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا۔کانپتے ہاتھوں سے انکی شہہ رگ کو چھوا اور وہاں جمود بھری خامشی پا کر اسکا دل پھٹا۔

بابا۔انساب آنکھیں میچ کر کرب سے کراہتے ہوئے چنگھاڑا۔

اسکی کراہٹ پہ آس پاس کھڑے ہجوم کی آنکھیں نم ہوئیں۔قریب ہی کہیں ایمبولینس اور پولیس کی گاڑیوں کے سائرن ایک دوسرے میں مدغم ہو کر گونجے۔

انساب بکھرے اعصاب کے ساتھ علی خان کے بے جان وجود کو اٹھائے ایمبولینس میں داخل ہوا۔احتیاط سے انہیں اسٹریچر پہ لٹایا۔

سی ایم ایچ۔وہ دھیرے سے ڈرائیور کو مخاطب کر کے بولا۔آواز حلق کو چھیلتی ہوئی نکلی۔ایمبولینس اب مختلف سڑکوں پہ دوڑتی سائرن بجاتی سی ایم ایچ کی جانب بڑھ رہی

تھی۔

انساب سانسیں روکے علی خان کے زرد خاموش چہرے پہ نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ زندگی اپنے مدار میں پچھلے چند پل بہت تیزی سے بتانے کے بعد اب چیونٹی کی رفتار پہ آچکی تھی۔درد کی شدت تھی کہ رگوں کو چھیلتی۔تقدیر کا یہ امتحان تھا یا آزمائش جو بھی تھا بے حد کڑا تھا۔

******* ******** ******** *******

اللہ خیر کرے یہ لڑکا میرے دل کو ہولا گیا ہے۔انساب کے جانے کے بعد خورشید بیگم اپنے کمرے میں ضویا کے ہمراہ مقید ہو چکی تھیں۔

امی ریلیکس کریں آپکا بی پی اپ سیٹ ہو جائے گا۔یہاں آئیں بیٹھیں۔ضویا نے انکا ہاتھ تھام کر انہیں بیڈ پہ بٹھایا۔

میں ٹی وی لگاتی ہوں۔آپ ذرا یہ مارننگ شوز کے ناٹکوں سے دل بہلائیں۔ضویا اپنے ڈوبتے دل کو سنبھالتی خورشید بیگم کو دلاسہ دے رہی تھی۔

انساب ابھی آجائے گا۔ضویا نے ریموٹ ڈھونڈ کر ایل ای ڈی آن کی۔علی صاحب

رات کو نیوز بلیٹن سننے کے عادی تھے۔لہذا ٹی وی آن ہوتے ہی نیوز چینل آن ہوا۔

وہاں صور پھونکتی نیوز کا سٹر ضویا اور خورشید بیگم کی دنیا زیر وزبر کر گئی تھی۔

بریکنگ نیوز ڈی ایس پی تھانہ ٹینچ بازار علی خان آفریدی پہ قاتلانہ حملہ۔ذرائع کے مطابق صبح اٹھ بجے کے قریب جب وہ اپنی ڈیوٹی کے دوران معمول کی پٹر ولنگ پہ تھے۔تب N5 کے نزدیک ڈکیتی کی اطلاعات موصول ہونے پہ وہ وہاں پہنچے اور جیسے ہی انکی گاڑی وہاں پہنچی تو نامعلوم موٹر سائیکل سواروں کی جانب سے انکی گاڑی پہ گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ڈی ایس پی علی خان آفریدی زخموں کی تاب نہ لاتے موقع پہ جاں بحق ہو گئے مزید۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پھٹی آنکھوں اور فق چہرے سمیت ضویا خورشید بیگم کی طرف پلٹی۔۔۔

مما۔۔۔ضویا کے لب بے آواز ہلے۔خورشید بیگم زمین پہ کٹے ہوئے شہتیر کی مانند گریں۔اسی لمحے باہر سے گولیوں کی شدید تڑتڑاہٹ سنائی دی۔

ضویا پاگلوں کی طرح خورشید بیگم کی جانب بھاگی۔۔

مما مما آنکھیں کھولیں پلیز مما ہوش میں آئیں۔ضویا انکا سر گود میں رکھے زار و قطار رو

رہی تھی۔

ایک دم ضویا اٹھی اور دروازے کی جانب بھاگی۔اس لمحے وہ انساب کی باہر نہ آنے کی ہدایت فراموش کر چکی تھی۔

دروازے کھولتے ہی کوئی تیزی سے اندر آتا دروازہ لاک کر گیا۔نو وارد کا چہرہ واضح نہیں تھا۔ضویا لڑکھڑاتی پیچھے ہٹتی ٹیبل سے ٹکرائی اور بری طرح زمین پہ گری۔آنے والے لمحوں کی انہونیاں اسکا دل بند کر رہی تھیں۔

***** **** ***** ****** ********* ***

وی آر سوری جینٹل مین۔بلٹس گردن اور سر پہ لگنے کی وجہ سے انکے حساس اعضاء ڈیمیج ہوئے۔وہ ایٹ دا سپاٹ ایکسپائر ہو چکے تھے۔ہم انہیں بچا نہیں پائے۔آپریشن تھیٹر کے مخصوص لباس میں ملبوس ڈاکٹر نے پیشہ ورانہ انداز میں انساب کا کندھا تھپکتے ہوئے تسلی دی اور آگے بڑھ گئے۔

انساب کی بے رونق آنکھیں سامنے آپریشن تھیٹر سے نکلتے اسٹریچر پہ تھیں جس پہ دراز قد وجود اس انسان کا تھا جس نے اسے زندگی سے آشنا کروایا۔اسکی انگلی تھامے اسکے

قدموں نے چلنا سیکھا تھا۔وہ اسکا باپ تھا۔اسکی زندگی کے سبھی خوابوں کو تکمیل کی شکل دینے کو دن رات ایک کر دینے والا۔پل بھر کے جھٹکے نے اسے اس کے باپ سے زندگی موت کے مابین پھیلے فاصلے جتنا دور کر دیا تھا۔

انساب ابھی عمر کی کال آئی تھی گھر پہ اٹیک ہوا ہے۔فائرنگ ہو رہی ہے۔میکال دوڑتے قدموں سے اس کے قریب آیا۔پھولے سانسوں کے درمیان دی گئی اسکی اطلاع نے انساب کے رہے سہے حواس بھی مختل کر دیئے۔وہ تیزی سے قریب آتے اسٹریچر کو تھاما اور تیزی سے وارڈ بوائز کے ساتھ باہر کی جانب بڑھا۔

سوری سر آپ ابھی انہیں لے کے نہیں جا سکتے ضروری کاروائی باقی ہے۔ایک ایس ایچ او نے انساب کا راستہ روکا۔

ہٹو سامنے سے۔انساب کے لہجے میں چٹانوں کی سختی تھی۔

سر تعاون۔۔۔ایس ایچ او کے الفاظ حلق میں گھٹ گئے کہ انساب نے بہت غیر محسوس انداز میں اسکے گلے پہ اپنا انگوٹھا رکھا۔دور سے یوں لگتا جیسے انساب نے اپنا ہاتھ ایس ایچ او کے کندھے پہ رکھا ہے۔

زبان سے کہہ رہا ہوں ہٹ جاو۔ہاتھوں کو زحمت دینے پہ مجبور مت کرو۔انساب نے لفظ چبا چبا کر ادا کئیے۔اسکی سرخ انگارہ آنکھوں میں پنہاں تپش نے ایس ایچ او کو ہٹنے پہ مجبور کر دیا۔اسکے ہٹتے ہی انساب گولی کی سی تیزی باہر لپکا۔

****** ******* ********

اپیا میں ہوں عمر۔ڈریے مت۔عمر تیزی سے دروازے کی چٹخنی چڑھاتے پلٹا تو نظر فرش پہ پڑی خورشید بیگم پہ پڑی۔وہ تیر کی سی تیزی انکی جانب لپکا۔

آنٹی۔۔۔آنٹی ہوش میں آئیے۔عمر نے انکار خسار تھپتھپاتے انہیں ہوش میں لانا چاہا۔انہیں ہوش میں نہ آتا دیکھ کر وہ باہر کی جانب بھاگا۔

میں راستہ کلئیر کروا کر گاڑی نکلتا ہوں۔وہ دوڑتے قدموں سے وہاں سے نکلا۔

اسی اثنا فائرنگ تھمی اور ایمبولینس کا سائرن گونجا۔اور ساتھ ہی پولیس ہوٹر بھی آن ہوئے۔ضویا کو اپنے قدموں تلے زمین بھربھری ریت معلوم ہوئی۔وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

اگلے چند لمحے سرکنے کے بعد انساب طوفان کی سی تیزی سے دروازہ کھولتا خورشید بیگم کے کمرے میں داخل ہوا۔ سامنے کے منظر نے اسکے مردہ اعصاب میں ایک ساتھ کئی کیلیں ٹھونکی تھیں۔

دیوار کے قریب ساکت بیٹھی ضویا اور کاؤچ کے قریب بے ہوش پڑیں خورشید بیگم۔۔ سامنے ٹی وی پہ چلتی اندوہناک خبر۔۔۔

انساب بمشکل اپنے قدم گھسیٹتا آگے بڑھا۔ اور خورشید بیگم کے قریب پہنچ کر ڈھے گیا۔

ضویا نے ساکت نظروں سے ماں کا سر گود میں رکھے انکا چہرہ تھپتھپاتے بھائی کو دیکھا۔ وہ جھپٹنے کے انداز میں انساب سے لپٹی اور انساب کی گود میں دھرے خورشید بیگم کے سر پہ ماتھا ٹکا کر دھاڑیں مار کر رو اٹھی۔

یونہی چند سیکنڈ وقت کی مٹھی سے سرک کر گرے۔ انساب نے میکانکی انداز میں ضویا کو تھام کے پیچھے ہٹایا۔ اور خورشید بیگم کو بازوؤں میں اٹھاتا باہر کی جانب لپکا۔ ضویا بھی اسکے پیچھے بھاگی۔ لیکن لاؤنج میں موجود سفید چادر سے ڈھکے وجود نے ضویا کے قدم تو

کیا سانسیں تک روک دیں۔

وہ بے یقین مردہ سے قدموں کے ساتھ اس چارپائی کے قریب آئی جس پہ سفید چادر میں چھپا وجود دراز تھا۔کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے چادر ہٹائی۔سامنے علی صاحب کے سفید پڑتا چہرہ اور ہمیشہ کے لیئے بند آنکھیں دیکھ کر وہ لڑکھڑاتی پیچھے ہٹی۔

بابا۔۔۔۔۔اسکے ہونٹ بے آواز وا ہوئے۔اور وہ لہرا کر وہیں گرنے کو تھی کی لاؤنج میں داخل ہوتی کسی عورت نے اسے تھاما مگر تب تک وہ اپنے حواس کھو چکی تھی۔

☘☘☘☘☘☘☘☘☘☘☘

مما کو اینگزائٹی اٹیک ہوا۔تم بھی نروس بریک ڈاؤن کی وجہ سے 24 گھنٹے انڈر آبزرویشن رہنے کے بعد ہوش میں آئیں۔اسکے بعد بھی تمہیں اور مما کو ذہنی دباؤ سے بچانے کے لیئے ٹرانکولائزرز کے زیر اثر رکھا جاتا۔بھیا اور آپی لوگ اپنے گھروں کو سدھارے۔اور پیچھے رہ گیا میں اکیلا۔۔۔۔آسمان سے کسی ستارے نے ٹوٹتے ہوئے انساب کے کمرے کی کھڑکی سے جھانکا اور اسے ماضی میں گم ایک ٹوٹے ستارے سے بھی زیادہ ٹوٹا بکھرا پایا۔

انساب کی نظریں کھڑکی سے نظر آتے اماوس کی رات کے اندھیرے آسمان پہ جمی

تھیں۔اور ضویا ایک ٹک اسکا چہرہ دیکھے جا رہی تھی۔دونوں کی آنکھوں میں یکساں کرب تھا۔دونوں کے چہرے اس دردناک وقت کی یاد سے بھیگ چکے تھے۔

میں کبھی اس قاتل کے نقش پا ڈھونڈنے کی تگ ودو میں بھاگتا۔ کبھی اسپتال میں تمہارے اور امی کے بے ہوش و بے خبر وجودوں سے لپٹ کر تڑپ کر روتا۔اسی بھاگ دوڑ میں مجھے قاتل تک پہنچانے والے راستے کے بریڈ کرمبز ملنے لگے۔انساب اب سر جھکائے ہاتھوں کو کھوج رہا تھا۔

بریڈ کرمبز۔۔۔وہ آنسوؤں میں گھلی تلخ سی نمکین ہنسی ہنسا۔

یور یمیمبر بریڈ کرمبز۔۔مما ایک سٹوری سنایا کرتی تھیں۔ہینسل اینڈ گریٹل والی۔۔

اس کہانی والے بریڈ کرمبز۔۔۔انساب نے دھیرے سے سر جھٹکا۔

ثبوتوں کے بریڈ کرمبز چنتے چنتے میں قاتل کی گردن میں پھانسی کا پھندا کسنے سے چند گام کے فاصلے پہ تھا کہ ایک رات۔۔۔۔انساب بولتے بولتے ایک بار پھر ماضی کی بھول بھلیوں میں جا پہنچا۔

دوسال قبل:

(علی صاحب کی وفات سے چھ دن بعد)

انساب کے ہاتھ تیزی سے لیپ ٹاپ کی کیز پر متحرک تھے۔یکایک گردن اور کمر سے اٹھتے کھنچاؤ بھرے درد نے اسے احساس دلایا کے وہ کافی دیر سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھا تھا۔سامنے ٹیبل پہ کافی کا خالی مگ اور کچھ یوایس بیز پڑی تھیں۔ایک دو فائلز اور بہت سے کاغذات اس کے آس پاس بکھرے پڑے تھے۔وہ گردن کی پشت کو انگلیوں کی پوروں سے مسلتا ہوا اٹھا۔اور بیڈ سائیڈ ٹیبل کی جانب بڑھا۔جھک کر سیل فون اٹھایا ابھی سیدھا ہی ہوا تھا کہ کھلی کھڑکی سے کوئی چیز اڑتی ہوئی آکر اس کے قدموں میں گری۔وہ جھک کر پنجوں کے بل بیٹھا اور اس کاغذ کے گولے کو اٹھایا جو شاید کسی پتھر پہ کاغذ کو لپیٹ کر بنایا گیا تھا۔اس نے پتھر الگ کرتے ہوئے مڑا تڑا سا کاغذ کھولا۔تین چار انچ کے چوکور کاغذ پہ لکھی چند لفظی عبارت پڑھتا وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"عزیزی انسب خان۔۔۔

اپنی بے بس اور بے ہوش ہمشیرہ کو اگر بچانے آسکو تو ضرور آنا

تمہارا ویل وشر"

انساب کاغذ پھینکتے پاگلوں کی طرح فون پہ عمر کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

عمر اس وقت اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ ہسپتال میں ضویا اور خورشید بیگم کے پاس تھا۔

آپکے مطلوبہ نمبر سے فی الحال رابطہ ممکن نہیں۔ برائے مہربانی کچھ دیر بعد کوشش کیجیے۔انساب بے بسی سے دھاڑا۔

سائیڈ ٹیبل سے گاڑی کی چابی اٹھاتے وہ باہر لپکا۔دوڑتے قدموں سے وہ پورچ میں پہنچا۔

آزر۔۔۔آزر۔۔پورچ میں پہنچ کر گاڑی ان لاک کرتے چنگھاڑتی آواز میں اس نے گارڈ کو پکارا۔

جی جی سر۔۔گیٹ کے قریب بنے کیبن سے ایک اونچا لمبا نوجوان تیزی سے باہر آیا۔

اپنے ساتھ دو گارڈز اور لو اور سارے گھر کی تلاشی لو بالخصوص عقبی لان کی۔۔حکم جاری کرتا وہ ریموٹ کنڑول سے گیٹ کھولتا گاڑی میں بیٹھا اور زن سے بھگا لے گیا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

گاڑی کے اسپیڈ میٹر کی سوئی آج بھی ہائی سپیڈ کے ڈیجٹس کے درمیان لرز رہی تھی۔ انساب کے ذہن کی سکرین پہ پچھلے ہفتے کے مناظر گزرنے لگے۔تب وہ ایسے ہی علی صاحب کو بچانے بھاگا تھا۔اوراب ضویااور خورشید بیگم۔۔آنکھوں میں بار بار دھند اتر رہی تھی۔وہ آنکھیں رگڑتا گاڑی کے گئیر بدلتا گاڑی کو ہواوں کے ہمراہ کر چکا تھا۔ اچانک آنکھوں میں پانی کی چادر اتری کی اسٹیئرنگ وہیل بے قابو ہوااور گاڑی گرین بیلٹ پہ جاچڑھی۔اپنے گھومتے سر کو سنبھالتے اور بند ہوتی آنکھوں کو بمشکل کھولتے اس کی سماعتوں کو ہونٹوں سے ادا ہوتے جو لفظ سنائی دیئے تھے وہ بابا مما اور ضویا کے تھے۔گاڑی کے آس پاس لوگوں کا شور ابھر رہا تھا۔اورانساب کے ذہن میں علی صاحب کے مردہ وجود کے گرد جمع ہجوم کا شور گھوم رہا تھا۔

🍀🍀🍀🍀🍀🍀🍀🍀🍀🍀🍀

انساب کے کمرے کی کھڑکی سے باہر گھنیری رات اپنے پر پھیلائے خاموش تھی۔ماضی کی کہانی لفظوں میں چل رہی تھی۔اور جن پہ بیتی تھی انکے درمیان چل چل رہی تھی۔ اس کہانی سے کچھ دور ضامن یوسفزئی کے گھر کے بالائی پورشن کے ایک کمرے کی تمام روشنیاں جل رہی تھیں۔قدرے آگے بڑھ کر کھلی کھڑکی سے اندر جھانکیں تو کمرہ

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

اوئے مومی۔۔آخ توبہ۔۔۔مرحہ دروازہ ناک کرتی اندر داخل ہوئی۔اور دھوئیں سے بھرے کمرے میں داخل ہوتے ہی کھانستی ہوئی پیچھے ہٹی۔

مومی کے بچے یہ کیا کر رہے ہو؟بتاوں مما کو؟مرحہ نے دروازہ چوپٹ کھولا ونڈوز کھولیں اور مومن کی طرف مڑ کر چلاتے ہوئے بولی۔

میرے بچوں کی پھپھی تمہارے وو کلز میں کوئی مسئلہ ہے یا تمہیں چلانا چیخنا پسند ہے؟

مومن مضحکہ خیز شکل بنائے بولتا ہوا اٹھا اور اٹیچ باتھ کی جانب بڑھا۔

بیٹا جتنی مرضی ٹوتھ پیسٹ رگڑ لو دندیوں پہ مما کو میں یہ ایش ٹرے کا ثبوت دونگی۔

مرحہ نے ایش ٹرے قبضے میں لی اور برش کرتے مومن کو زبان چڑائی۔

اللہ توبہ کتنی لمبی زبان ہے تمہاری اور ساتھ میں کالی بھی استغفر اللہ استغفر اللہ۔

مومن برش منہ میں پھنسائے گھٹی گھٹی آواز کے ساتھ بولا۔

تم جو مرضی کہو تم میرا دھیان نہیں ہٹا سکتے میں تو مما کو بتا کر رہوں گی کہ انکا ہونہار سپوت چین سموکر ہے۔مرحہ اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو مزید پھیلاتے ہوئے بولی۔

یہ ڈیلے اندر کر لو باہر گر پڑیں گے اور میں پاوں رکھ کے آگے چلا جاوں گا۔اور ہاں بتا دینا مما کو میں نے بھی کہہ دینا کہ مما یہ تو خود اسکی دوستیں پیٹی ہیں کل آئی تھیں کمبائن سٹڈی کرنے اور یہ پیتے میں نے خود دیکھا تھا توبہ توبہ۔مومن برش کر چکا تھا اب منہ پہ پانی کے چھپاکے مارتا نان اسٹاپ بول رہا تھا۔

تم۔۔۔۔تم اتنے جھوٹے ہو مومی کے بچے۔مرحہ کا بس نہیں چلا کہ وہ کچھ اٹھا کر اس کے سر میں دے مارے۔

جھوٹی تو تم ہو کب سے مومی کے بچے مومی کے بچے رٹ لگائی ہوئی ہے۔کہاں ہیں میرے بچے؟مومن تولیے سے منہ خشک کرتا ہئیر برش اٹھا کر بال بنانے لگا۔

تم ایک انتہائی بد تمیز انسان ہو سو بد تمیز مرے ہونگے تب تم پیدا ہوئے ہو گے۔مرحہ دانت کچکچا کر بولی۔

اب اپنی چیں چیں بند کرو اور وہ کام بتاو جس کے لئیے آئی تھیں۔مومن بال بنا چکا تھا اب جا گرز پہنتا اٹھ کھڑا ہوا۔

مجھے فاطمہ بھابھی کی طرف جانا ہے۔نیکسٹ ویک ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں فنکشن ہے

ان سے ڈریس تھیم کے بارے ڈسکشن کرنی تھی۔مرحہ نے جلدی جلدی بات مکمل کی مبادا وہ باتوں کا ماہر کچھ اور گھڑ کر اسے کام بھلادے۔

مجھے کل شجاع کی طرف جانا ہے ہاسپٹل تم ایسا کرنا کہ جب آف ہو یونی سے تو بتادینا میں پک کرلوں گا۔مومن نے اسٹڈی ٹیبل کے دراز کو کھنگالتے ہوئے جواب دیا۔

اوکے کھڑوس۔اور ہاں یہ سموکنگ کا آج مما کو نہیں بتارہی خود ہی باز آجاو۔کیونکہ مومن تم میرے سب سے پیارے بھائی ہو۔میں شاید بتا نہیں سکتی کہ تم مجھے کتنا عزیز ہو۔مرحہ اب مکمل سنجیدگی سے بولی۔مومن کی اسکی جانب پشت تھی۔

کتنا عزیز ہوں؟مومن بے ساختہ آنکھوں میں اترتی نمی کو پیچھے دھکیلتا خود کو کمپوز کرکے بولا۔

بس ہو کتنا ہو یہ بیان سے باہر ہے اور اب تم باہر جارہے ہو جلدی آنا گیٹ ناک مت کرنا میں جاگ رہی ہونگی۔واچ مین تو 9 بجے تک اپنے کیبن میں چلا جاتا ہے۔اوکے؟؟ مرحہ باہر نکلتی نکلتی دروازے میں سر پھنسائے بولی۔

اوکے دادی اماں۔مومن نے ہنستے ہوئے جواب دیا تو مرحہ منہ چڑاتی بھاگ گئی۔

واپس مومن کو دیکھیں تو اس کے چہرے پہ اس وقت مسکراہٹ کے رنگ اتر چکے تھے اور سنجیدگی سنگین حد تک کھنڈی ہوئی تھی۔

اللہ۔۔۔مومن بے ساختہ کراہا

کیا کروں میں؟؟ایک جانب سگے خون کا بدلہ دوسری جانب منہ بولے رشتوں کی سچی محبتیں کدھر جاوں میں؟مومن اپنے بال مٹھیوں میں بھینچتا خود سے گویا ہوا۔

اور پھر ایک دم اٹھ کر اسٹڈی ٹیبل کے لاکڈ دراز کی جانب بڑھا۔اسے کھولا وہاں کچھ میموری کارڈز اور یو ایس بیز پڑی تھیں۔اس نے ادھر ادھر الٹ پلٹ کر کے ایک نیلے رنگ کی ٹائی پن نما یو ایس بی نکالی اور اسے جیب میں اڑستا باہر کی جانب بڑھا۔

اگلے چند لمحوں میں اسکی گاڑی اسلام آباد کی جانب تیزی سے بڑھ رہی تھی۔

واپس انساب کے کمرے میں آئیں تو وقت دو سال قبل جنوری کی ایک دھند آلود صبح میں ٹھہرا ہوا ملا۔

میرے آس پاس ہجوم تھا لوگوں کا رنگا رنگ آوازیں تھیں۔ایک لڑکے نے آگے بڑھ

کر مجھے دیکھا اور با آواز بلند بولا۔ گاڑی کا نقصان ہوا ہے ڈرائیور محفوظ ہے پھر اس نے مجھے باہر نکالا۔ تب تک ریسکیو 1122 والے پہنچ چکے تھے لیکن میں ایک لمحہ بھی رکنا نہیں چاہ رہا تھا۔ جس لڑکے نے مجھے گاڑی سے نکالا تھا اس نے اپنی گاڑی میں مجھے ہاسپٹل ڈراپ کیا۔ اور جب میں ہسپتال پہنچا تو۔۔۔۔۔۔۔انساب بولتا جا رہا تھا اور باہر رات بھیگتی جا رہی تھی۔

✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖

دو سال قبل:

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

انساب دوڑتے قدموں سے ضویا اور خورشید بیگم کے کمرے کی جانب بڑھا۔ وہاں پہنچتے ہی اسے دروازے پہ عمر مستعد کھڑا ملا۔

عمر عمر از ایوری تھنگ اوکے؟ انساب بھاگتا ہوا اسکے قریب پہنچا اور پھولے ہوئے سانسوں سے بولا۔

جی بھائی سب ٹھیک ہے آپ یہاں خیریت تو ہے۔ عمر اسکا حال دیکھتا تشویش سے بولا

تمہارا نمبر کیوں بند جا رہا ہے۔؟ انساب نے اگلا سوال جڑا۔

سگنل پرابلم ہے شاید یہاں۔ عمر سیل فون جیب سے نکالتے ہوئے بولا

لیکن تب تک انساب روم میں جاچکا تھا۔

سامنے خورشید بیگم اور ضویا نیند میں تھیں۔ قریبی کاوچ پہ عمر کی بہن بیٹھی کوئی میگزین پڑھ رہی تھی اور قدرے فاصلے پہ عمر کی والدہ نماز پڑھ رہی تھیں۔

سب ٹھیک ہے نارمل ہے۔ لیکن کچھ غلط ہے۔ انساب بڑبڑایا۔

آگے بڑھ کر اس نے ضویا اور خورشید بیگم کی نبض باری باری دیکھی۔ انکی آنکھیں چیک کیں۔ سب ٹھیک تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کیا کر رہے ہیں انساب بھائی وہ ڈسٹرب ہونگی۔ عمر کی بہن مائدہ نے اسے پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔

نتھنگ نتھنگ ایٹ آل۔ وہ گہرا سانس لیتا گردن مسلتا باہر آیا۔ باہر نکلتے ہی عمر تیزی سے اسکی جانب آیا۔

بھائی سب ٹھیک ہے ناں؟ عمر کے پوچھنے پہ اس نے مختصر لفظوں میں اسے بتایا۔

یکایک اسکے دماغ میں ایک کوندا سا لپکا۔

اومائے گاڈ۔۔وہ بے ساختہ سر تھامتا نیچے کو جھکا۔

عمر یہاں ایکٹور ہنا کوئی بھی مسئلہ ہو تو کنٹیکٹ کرنا۔انساب تیز تیز بولتا باہر بھاگا۔جبکہ عمر پیچھے سے پکارتا رہ گیا۔

اور جب میں کیب لے کر پندرہ منٹ میں واپس گھر پہنچا تو گھر کا حلیہ بدل چکا تھا۔میرا کمرہ تو گویا ادھیڑ دیا گیا تھا۔میرا لیپ ٹاپ یو ایس بیز سب پروف سب کچھ غائب تھا۔آزر اور اسکے ساتھ تین گارڈز عقبی لان میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پہ بیہوش پائے گئے۔انساب بولتے بولتے رک گیا۔

جس کی بھی کاروائی تھی وہ نہایت چالاک انسان تھا اس نے ایک قتل کے بعد اور قتل کر کے معاملہ گنجلک نہیں کیا۔ضو یا پر سوچ انداز میں بولی۔

ہمم انساب نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ مجھے کھلی کھڑکی سے کاغذ پھینکنے کی بجائے شوٹ بھی کر سکتا تھا۔انساب دھیرے سے بولا۔

لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اس نے وہ تمام سیڑھیاں چرا لیں جو اسے تختہ دار تک لے جا

سکتی تھیں۔میں اتنی سٹر گل کے بعد بھی تہی داماں رہ گیا۔پولیس بھی مسلسل قاتلوں کو چھپا رہی تھی۔لہذا جس رات ایس ایس پی آیا اس رات میں نے اپنے پاس کوئی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے ایف آئی آر سے ود ڈرا کر لیا۔انساب کندھے جھٹک کر بولا۔

لیکن میں نے اپنے ارادوں سے ود ڈرا نہیں کیا تھا ضوئی۔انساب ضویا کو دیکھتا تھکے سے انداز میں مسکرایا۔

انسب جب ایک فیملی میں کوئی قتل ہوتا ہے تو اس فیملی کے افراد کی زندگیاں ابنارمل ہو جاتی ہیں۔اور جب کسی سے اس انسان کو چھین لیا جائے جو اس کی ہر خوشی کا سبب ہو جینے کی وجہ ہو ہر خواب کی تعبیر ہو۔تب زندگی ابنارمیلٹی کی بدترین سطح پہ جا پہنچتی ہے۔میں خود کو کمپوز کر چکی ہوں۔رضائے الہی تھی یہ سب ہونا۔میں تسلیم کر چکی۔۔لیکن وہ شخص اس زمین پہ دندناتا کسی اور کی زندگی بھی تباہ کرے گا یہ سوچ چین نہیں لینے دیتی۔ضویا سپاٹ لہجے میں بول رہی تھی۔

ڈونٹ وری ضوئی۔۔۔اس سے قبل کہ انساب مزید کچھ کہتا۔دروازہ بج اٹھا۔

کم ان۔انساب بولا۔

صاحب جی نیچے آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔ بڑی بیگم صاحبہ نے اسے لاؤنج میں بٹھادیا ہے۔نوری نے دانت نکالتے اطلاع فراہم کی۔

اوکے نوری نستعلیق آپ جائیں میں آتا ہوں۔انساب اسی کے انداز میں دانت نکال کر بولا تو وہ مزید کھلکھلاتی وہاں سے چلی گئی۔

اوکے ضوئی پھر بات ہوتی ہے۔انساب اسکا سر تھپکتا باہر نکل گیا۔

✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖

مومن اس وقت ڈیفینس فیز ون کے ایک بنگلے میں بیٹھا تھا۔ گردن گھما کر لاؤنج کی آرائش کا جائزہ لیتے اس نے دل ہی دل میں سراہا۔ نظریں گھومتے گھومتے ایک کارنر ٹیبل پہ پڑے فوٹو فریم پہ اٹکیں۔ تصویر میں سیاہ عبایا میں ملبوس لڑکی سیاہ حجاب کیئے سیاہ گلوز پہنے ہاتھ میں ڈگری لیئے کھڑی تھی۔ گلے میں پڑا سلور میڈل سیاہ نقاب میں جھانکتی آنکھوں کی چمک کے سامنے ماند تھا۔

یہ آنکھیں۔ مومن مسمرائز سا ہوئے اس تصویر کو تکے جا رہا تھا۔ذہن کے پردے پہ کئی فلیش بیکس گزرے۔شفاف آنکھیں بنا کسی آرائش کے بھی دل تک اترتی تھیں۔

اور تلوار مار کہ لہجہ۔ مومن خود ہی اپنی تشبیہ پہ ہنسا۔

اسلام علیکم مومن صاحب۔انساب نے لاؤنج میں آتے مومن سے ہاتھ ملایا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتا خود بھی سامنے صوفے پہ بیٹھ گیا۔

کیا لیں گے ؟چائے یا کافی یا کچھ ٹھنڈا؟انساب خوش اخلاقی سے گویا ہوا۔

تکلف مت کریں آپ میں آپ سے کچھ بات کرنے آیا تھا۔مومن دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم پھنسائے بیٹھا تھا۔

نہیں جناب تکلف کیسا آپ تو میرے محسن ہیں۔اس رات آپ کی ہی کرم نوازی سے میں جلد ہسپتال پہنچ پایا تھا۔انساب سینے پہ ہاتھ دھرے شکر گزاری سے بولا۔

آپ بیٹھیں میں آتا ہوں۔انساب اٹھ کر اندر کچن کی جانب بڑھا۔جبکہ پیچھے بیٹھے مومن کے ذہن کے پردوں پہ آج سے دو سال قبل کی سرد رات لہرائی۔

دو سال قبل:

انساب بمشکل تمام لڑکھڑا کر تباہ حال گاڑی سے باہر نکلا سامنے کھڑے لڑکے نے لپک کر اسے سہارا دیا۔چھ فٹ کا اونچا لمبا نوجوان انساب کو بازو کے گھیرے میں لئیے

سہولت سے قریب ہی گرین بیلٹ پہ بٹھا چکا تھا۔اب وہ قریبی دکان کی جانب بڑھا واپسی اسکی پانی اور جوس کی بوتل کے ساتھ ہوئی۔تب تک ریسکیو کی ایمبولینس کے سائرن قریب ہی سنائی دیئے۔

آپ یہ جوس لے لیں۔ایمبولینس آگئی ہے آپکو فرسٹ ایڈ دے دیں گے وہ لوگ۔اس دراز قد نوجوان نے انساب کا کندھا تھپکتے ہوئے کہا۔

مجھے جانا ہے ابھی اسی وقت۔انساب اسکا ہاتھ ہٹاتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

آپ ضرور جائیں بلکہ اگر مناسب سمجھیں تو آپ مجھے لوکیشن بتا دیں میں آپکو ڈراپ کر دیتا ہوں لیکن آپ فرسٹ ایڈ تو لے لیں۔اس نوجوان کے خلوص بھرے لہجے میں اصرار کرنے پہ انساب قدرے ڈھیلا پڑا۔مگر رٹ ابھی بھی جانے کی تھی۔

میں ہاسپٹل ہی جا رہا ہوں وہیں سے لے لوں گا ٹریٹمنٹ۔انساب کے دوٹوک لہجے پہ اس نوجوان نے کندھے اچکائے اور اور قریب کھڑی سلور اکارڈ کی جانب اشارہ کیا۔

چلیں پھر میں آپکو ڈراپ کر دیتا ہوں۔انساب اسکے کہنے پہ اپنی گاڑی لاک کرتا سلور اکارڈ کی فرنٹ پیسنجر سیٹ پہ آبیٹھا۔

ہاں کرامت میں تمہیں ایک لوکیشن بھیج رہا ہوں میری گاڑی کوور کرنی ہے وہاں سے صبح کر لیناہاں میں کل صبح چابی بجھوادوں گا۔اوکے۔انساب نے کال بند کر کے ساتھ بیٹھے نوجوان کو دیکھا جو بنا گاڑی اسٹارٹ کیئیے بیٹھا تھا۔

کیا؟؟؟ چلنے کاارادہ نہیں ہے؟انساب سپاٹ لہجے میں بولا۔

سر لوکیشن تو بتائیں۔؟مقابل کا تحمل بھی دیدنی تھا۔

سی ایم ایچ جی ایچ کیو۔ مختصر بول کر انساب پھر موبائل میں مصروف ہوا۔

بائے داوے مائے سیلف مومن یوسفزئی۔ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے نوجوان نے گاڑی کی گھمبیر خاموشی سے گھبرا کر اپنا تعارف دیا۔

مائے سیلف انساب علی خان۔انساب کا جواب اسی سنجیدگی سے آیا۔

آپ ڈی ایس پی علی خان کے؟؟؟مومن کا جملہ ابھی ادھورا تھا کہ انساب بات قطع کر کے بولا

بیٹا ہوں ان کا۔سپاٹ لہجے میں قدرے نمی سی گھلی۔

اوہ۔میں نے آپکی ایک ویڈیو دیکھی تھی جو شاید دوروز پہلے کی ہے۔اس لیئے مجھے آپکو

دیکھتے ہی کلک ہوا۔ مومن نے وضاحتی لہجہ اختیار کیا۔

ہمم۔۔انساب ہنوز سپاٹ انداز میں کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔

لیجیئے جناب آپکی منزل آگئی۔ مناسب سمجھیں تو آپکے ساتھ چلوں؟مومن گاڑی سی ایم ایچ کی پارکنگ میں روکتا ہوا بولا۔

نہیں جزاک اللہ آپ اتنا ہی احسان بہت ہے آپ نے یہاں تک ڈراپ کر دیا فی امان اللہ۔انساب عجلت میں بولتا دوڑتے قدموں سے اندر کی جانب بڑھا۔

مومن دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ ویل پہ دھرے ہونٹ بھینچے کچھ دیر سوچتا رہا۔جب قریب ہی اسے اپنے دوست کا چھوٹا بھائی بائیک اسٹارٹ کرتا دکھائی دیا۔

ارے زوہیب کیسے ہو یار؟مومن گاڑی سے نکلتے ہوئے بولا۔

میں بالکل فٹ مومن بھائی آپ کیسے ہیں؟ادھر ہاسپٹل؟سب خیریت ہے؟زوہیب ایک ہی سانس میں بولا۔

دھیرج بھائی ادھر ایک دوست کی تیمارداری کو آیا تھا۔تم آجکل کدھر ہوتے ہو؟ مومن دھیما سا مسکراتے ہوئے بولا۔

میں ادھر ایمرجنسی میں ہوتا ہوں۔زوہیب بائیک کو کک لگا رہا تھا۔

ماشاءاللہ سے کیپٹن ڈاکٹر زوہیب بخاری اس کھٹارا بائیک کا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟ جبکہ جناب کے پورچمیں تین تین گاڑیاں کھڑی ہیں۔مومن نے ہنستے ہوئے زوہیب کے کندھے پہ دھپ جڑی۔

یار آپ بھی ناں یہ ہیوی بائیک کہاں سے کھٹارا لگ آپکو؟زوہیب منہ بسورتے بولا۔

نہیں شہزادے بالکل بھی کھٹارا نہیں ہے اچھا ایک بات بتاو ابھی ادھر پارکنگ سے ایک لڑکا اندر گیا اچھا لمبا قد فئیر سا تھا جس کے فادر کا مرڈر ہوا ہے ریسینٹلی۔۔دی ایس پی علی خان۔۔وہ ادھر خیریت سے آیا ہے۔انساب نارمل لہجہ اختیار کرتے ہوئے بولا۔

ارے بھائی ہسپتال میں کون خیریت سے آتا ہے؟یہ لیفٹیننٹ انساب ہیں انکی مدر اور سسٹر دونوں یہاں ایڈمٹ ہیں۔انکے فادر کے مرڈر کی وجہ سے دونوں ٹراما میں ہیں۔آپ کیوں پوچھ رہے؟زوہیب کی بائیک اسٹارٹ ہو چکی تھی۔

ایسے ہی بس ایک پرانا فیلو ہے یہ۔یہاں نظر آیا تو سوچا تم سے پوچھ لوں کہ سب خیریت

ہے۔اوکے تم گھر چکر لگانا مما یاد کر رہی تھیں تمہیں۔مومن تیزی سے بات لپیٹتا اسکا کندھا تھپکتے واپس گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

واپس حال میں لوٹیں تو لاؤنج کا منظر کچھ یوں تھا۔کہ مومن صاحب سوچتے سوچتے صوفے پہ نیم دراز ہو چکے تھے۔انساب کچن میں اب ضویا کو بلا چکا تھا۔

ضوئی پلیز اس نوری نستعلیق سے کچھ مت کروانا چائے خود بنانا اور ساتھ میں کچھ سنیکس وغیرہ کر دینا۔انساب ہدایات جاری کرتا ہوا خود بھی کیبنٹس اور فریج چیک کر رہا تھا۔

اب تم یوں ساسوں کی طرح کونے کھدرے مت کھنگالو۔میں بنا رہی ہوں ناں؟تم جا کر اپنے مہمان کے پاس بیٹھو۔ضویا اسکی تانکا جھانکی پہ چڑی۔جبکہ نوری نے انساب کی عزت افزائی پہ دانت نکوسے۔

جا رہا ہوں۔انساب منہ بگاڑتا چلا گیا۔

چلو نوری ہاتھ ذرا تیز چلاو۔مجھے فریج سے رول اور کباب نکال کر دو۔تم جلدی فروٹ

کی کٹنگ کرو۔فروٹ چاٹ بنانی ہے۔تم فروٹ کاٹ دو مکسنگ میں خود کرلوں گی۔

ضویا کڑاہی میں آئم ڈالتی چولہے پہ رکھ چکی تھی۔اب تیزی سے دوسرے برنر پہ چائے کا پانی رکھ چکی تھی۔

انساب لاؤنج میں واپس آیا تو مومن کو گہری سوچ میں گم پایا۔

جناب۔۔انساب نے مومن کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا تو وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

آپ تو شاید سو گئے سوری مجھے کچھ دیر ہو گئی۔انساب معذرتی لہجے میں بولتا ہوا اپنی نشست پہ ٹکا۔

اٹس آل رائٹ۔کوئی بات نہیں۔مومن بھی اب قدرے 3 سبھاو سے بولا۔

اور کیا چل رہا آج کل یوٹیوبنگ کے ساتھ ساتھ۔۔انساب بات بڑھائی

جاب ہے نائن ٹو فائیو۔زرق انٹرنیشنل میں فنانس ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ ہوں۔بس اللہ کا کرم ہے۔مومن نے اب کی بار کے قدرے ہموار لہجے بات مکمل کی۔

ہمم۔انساب ہلکا سا کھنکارا۔آپ کے فادر کیا کرتے ہیں؟انکا بزنس تھا لیدر امپورٹ ایکسپورٹ کا۔مومن کے جواب پہ انساب کے چہرے پہ ابھرتی حیرانی واضح تھی۔مگر وہ خود کو کمپوز کرتا اپنے تاثرات چھپا گیا۔

صحیح۔انساب نے اب فقط ہلکا سا مسکرانے پہ اکتفا کیا۔

دراصل میں آپ سے ایک ضروری بات کرنے کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔مومن دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم پھنسائے سنجیدگی سے انساب کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا گویا ہوا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جی بولئے۔انساب صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتا ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا۔

دو سال قبل جب آپکے بابا کا مرڈر ہوا۔مومن فقرہ مکمل کر کے رکا۔انساب کے صوفے کی پشت پہ پھیلے ہاتھ کی مٹھی بھنچ گئی۔

تب آپ ثبوت و شواہد کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔اور پھر جو آپکے ہاتھ آیا وہ کافی تھا کہ آپ قاتل کو تختہ دار تک لے جا سکتے تھے۔مگر اچانک یہ ہوا کہ آپ کا ہاتھ سے وہ سب پروف چھن گئے۔مومن کہانی سنانے کے انداز میں بول رہا تھا۔

تمہیں یہ سب کیسے پتہ؟ کہیں تم نے تو؟انساب سیدھا ہو کر بیٹھتا مشکوک لہجے میں گویا ہوا۔

نہیں محترم میں آپ خیر خواہ ہوں۔دراصل ایک پرانی کہاوت ہے دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے۔تو آپ جس شخص کے تعاقب میں ہیں میں بھی اسی راہ پہ ہوں۔

مومن صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھا تھا۔

ہمم میں کیسے مان لوں کہ تم جو کہہ رہے ہو وہ سچ ہے؟انساب کا لہجہ سرد اور سپاٹ ہو چکا تھا۔

آزمائش شرط ہے۔مومن نے کندھے اچکائے۔

انساب بھائی چائے۔لاؤنج کے پردے کے اس پار سے آواز ابھری۔

آتا ہوں نوری بیٹے آپ جائیں۔انساب مومن پہ نظریں جمائے بولا۔

نوری۔مومن نے زیر لب دہرایا۔آواز تو اس دن سے مختلف تھی۔مگر خیر ہو سکتا ہے گلا خراب ہو۔مومن کسی شیریں خیال میں ڈوبا جبکہ انساب اب چائے کی ٹرالی اندر لا رہا تھا۔

سب چیزیں میز پر چننے کے بعد انساب اپنی جگہ واپس آ بیٹھا۔اور چائے بنانے لگا۔

چینی؟انساب نے شوگر پاٹ کا کور ہٹایا۔

ود آوٹ شوگر۔مومن تاحال کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔

شکریہ۔انساب کے کپ بڑھانے پہ مومن نے شکریہ کے ساتھ تھاما۔

ہاں ملک بھولے کو کہہ دینا ایکٹو رہے مال کل رات تین بجے کے لگ بھگ چوکی کراس کرے گا۔سیاہ بزنس سوٹ میں ملبوس اس دراز قد اور حد سے زیادہ سفید رنگت والے اس شخص کو لوگ اسکے رنگ کی مانند ہی دودھ کا دھلا سمجھتے تھے۔وہ ایک وائٹ کالر کرمنل تھا۔ڈرگز کے ساتھ ساتھ انسانی اسمگلنگ بھی اسکا پیشہ تھی۔

فائن۔۔اوکے۔۔جو راستے میں آئے اسے ہٹانے میں سمجھ بوجھ سے کام لینا۔کہ خون کے داغ ہتھیلیوں پہ نہ ہوں۔سفاک لہجے میں بولتا وہ دروازہ ناک ہونے پہ پلٹا تو سارا آفس کا منظر سامنے لہرایا۔

یس۔۔۔کم ان۔۔وہ دراز قد وجیہہ شخص فون بند کر کے پلٹا۔

بابا یہ فائل دیکھ لیں اس مہینے دو گاڑیاں نیو یارک امریکہ سے امپورٹ ہو رہی ہیں ڈرائی پورٹ کے تھرو۔ دروازہ کھول کر اندر آنے والا اسکا نوجوان بیٹا تھا۔ اس جیسا ہی ناک نقشہ ویسا ہی دراز قد اور سرخ و سپید رنگت والا وجیہہ نوجوان۔

اوکے۔ میں ڈیل کر لوں گا۔ تم نیکسٹ ویک فیصل آباد جا رہے ہو۔ وہاں ہمارے ٹرانسپورٹ کمپنی کی برانچ اوپن ہونے جا رہی ہے۔ خانز ٹریولز کے نام سے تو آلریڈی لاہور گجرات اور راولپنڈی میں ہیں۔ فیصل آباد میں پارٹنرز نام چینج کرنا چاہ رہے تھے۔ جبکہ میں وہاں بھی اسی نام کو کنٹی نیو کرنے کا سوچ رہا ہوں۔ وہ شخص اب ریوالونگ چیئر پہ بیٹھا قدرے جھولتے ہوئے بول رہا تھا۔

ایز یو وش بابا۔ جیسا آپ چاہیں گے جیسا آپ کہیں ویسا ہی ہو گا۔ انکے سامنے بیٹھا انکا فرمانبردار بیٹا انہیں کسی نافرمان کی یاد دلا گیا۔

اور اس گدھے کو بھی کچھ تابعداری کی الف ب سکھا دو۔ جس نے ہر جگہ میری ناک کٹوانے کی ٹھان رکھی ہے۔ اب کے اس شخص کے لہجے میں قدرے غصہ تھا۔

اوکے بابا۔ ٹائم کافی ہو گیا ہے۔ مجھے آج ایک دوست کے ساتھ ڈنر پہ جانا ہے۔ آپ چلیں گے گھر؟ ریوالونگ چیئر پہ ایستادہ وجود نے نفی میں سر ہلایا تو وہ نوجوان واپسی کی

اجازت طلب کرتا جا چکا تھا۔ جبکہ پیچھے وہ دراز قد و جیہہ شخص سگار سلگائے دھوئیں کے مرغولے اڑاتا کسی سوچ میں گم تھا۔

واپس انساب کے لاؤنج میں آئیں تو وہ اور مومن آمنے سامنے بیٹھے سنجیدگی سے ایک دوسرے کے چہروں پہ نظریں جائے ہوئے تھے۔

یہ یو ایس بی۔ دیکھ لینا۔ اور دیکھنے کے بعد اس نمبر پہ رابطہ کر لینا۔ مومن نے ایک وزیٹنگ کارڈ اور ایک یو ایس بی انساب کی جانب بڑھائی۔

ویل۔ یہ میں تمہاری موجودگی میں ہی دیکھنا چاہوں گا۔ کوئی بگ کوئی وائرس بھی تو ہو سکتا ہے اس میں۔ یا کوئی ٹریپ۔ انساب اپنی نگاہیں ہٹائے بغیر سپاٹ لہجے میں بولا۔

اوکے۔ ایسی بات ہے تو منگوالو لیپ ٹاپ یا کوئی ٹیبلٹ وغیرہ ابھی چلا کر دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر لیتے ہیں۔ مومن خان یوسفزئی بھی مکمل اطمینان سے پاؤں پسار کر صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

انساب نے پیچھے ہوتے سائیڈ ٹیبل پہ پڑے انٹر کام کا ریسیور اٹھا اور ضویا کے روم کی

ایکسٹینشین ڈائل کی۔

ہاں ضوئی اپنا لیپ ٹاپ بھیجنا ذرا نوری کے ہاتھ۔ ہمم کوئی پرسنل ڈیٹا؟ اینی تھنگ؟؟ اوکے بھیجو۔ انساب مختصر بات کر کے واپس مومن کی جانب متوجہ ہوا۔ جواب گردن اٹھائے فانوس پہ غور و فکر میں مگن تھا۔

چند پل سر کے جب لاؤنج کے پردے کے اس پار نوری کی آواز ابھری۔ مومن بے ساختہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔ انساب اٹھ کر گیا اور واپسی پہ اسکے ہاتھ میں ایک لیپ ٹاپ بیگ تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

لیپ ٹاپ آن کر کے اس نے یو ایس بی لگائی۔ ڈرائیو کنیکٹ ہونے پہ اس نے اوپن کی تو اس میں تین ویڈیوز شو ہو رہی تھیں۔ انساب نے پہلی پہ کلک کیا۔ اور جیسے ہی ویڈیو پلے ہوئی انساب بے ساختہ اپنی جگہ سے آگے کو جھکا۔ سامنے سکرین پہ چلتی ویڈیو اور لیپ ٹاپ سکرین کے اس پار نظر آتا مومن کا چہرہ۔

انساب نے گہرا سانس لے کر خود کو کمپوز کیا اور ویڈیو روکتا مومن کی جانب پلٹا۔

یہ کہاں سے ملی ہیں تمہیں۔ انساب کے لہجے کے سرد پن نے برفاب پہاڑوں کو بھی

مات دے ڈالی تھی۔

کہانی لمبی ہے دوست۔اوراب وقت بھی کافی ہو چکا ہے کل یا مجھے ملنے کی جگہ بتادو یا میں بتادیتا ہوں۔مومن آگے ہو کر بیٹھتا انگلیوں آپس میں پھنساتے ہوئے بولا۔

کل شام 5 بجے یہیں اس لاؤنج میں۔۔شارپ؟انساب ابرو اچکاتے ہوئے بولا۔

شیور مومن مسکرا کر اٹھا اور مصافحہ کے لئیے ہاتھ بڑھایا۔

انساب نے ہاتھ ملایا۔اور مومن صاحب وہاں سے رخصت ہوئے۔

انساب واپس صوفے پہ بیٹھتا ویڈیو پھر سے چلا چکا تھا۔اسکے ماتھے پہ لکیروں کا جال بچھ چکا تھا۔ادھر زندگی بھی شطرنج کی بساط بچھا چکی تھی۔بہت سی چالوں کے سمیٹے جانے کا وقت آن پہنچا تھا۔بہت سے چہرے بے نقاب ہونے کو تھے۔اور بہت سے انسان نما درندے اپنے انجام کو پہنچنے والے تھے۔مگر کب؟؟؟اس کے لئیے کچھ صبر کی ضرورت تھی۔

مما مجھے آج فاطمہ کی طرف جانا ہے واپسی پہ کچھ دیر ہو جائے گی۔ضویا اپنے مخصوص

حلیے میں خورشید بیگم کے سامنے آبیٹھی۔سرتاپاسیاہ رنگ میں چھپاہوااسکاسروقدوجود سنہری آنکھیں اور چمکتی ہوئی سنہری رنگت وہ نقاب کھول کر ٹھیک کررہی تھی۔

سنہرے سے چہرے پہ جچتی ننھی سی ناک عادتا بھینچے ہوئے گلابی ہونٹ۔اسے دیکھنے پہ کسی گڑیاکا گمان گزرتا۔خورشید بیگم نے اسے اشارے سے قریب بلایا۔وہ نقاب کرکے پن لگاتی انکے پاس آبیٹھی۔خورشید بیگم نے تسبیح ختم کرکے اسکے چہرے پہ پھونک ماری۔ضویادھیماسا مسکرائی۔

اوکے ممافی امان اللہ میں چلتی ہوں۔ضویاگلووز پہنتی بیگ اٹھائے باہر کی جانب بڑھ گئی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کتنی سنجیدہ ہوگئی ہے میری بچی۔خورشید بیگم نے آنکھوں میں اترتی نمی کورگڑا۔

مومن مجھے یاد سے اب لینے آجانا کہیں میں وہیں نہ بیٹھی رہوں۔ناشتے کی میز پہ ذوالنون مرحہ اور مومن بیٹھے تھے۔ضامن خان کسی ضروری کام سے پشاور گئے تھے۔اور صالحہ بیگم کچھ میں ملازمہ کے ساتھ ناشتہ بنارہی تھیں۔

رات میری شجاع سے ہوئی تھی بات بھابھی آج گھر ہی ہیں۔میں چھوڑآوں گا۔واپسی

پہ ذوالنون یا ڈرائیور تمہیں پک کر لے گا۔ مومن نے جوس جگ سے گلاس میں انڈیلتے تفصیلی جواب دیا۔ مرحہ سر ہلاتے ذوالنون کی جانب متوجہ ہوئی۔ اور پھر اسے موبائل میں مگن مسکراتا دیکھ کر مومن کی پسلی میں کہنی رسید کی۔ جس پہ جوس پیتا مومن اچھو لگنے پے کھانستا مرحہ کو گھورنے لگا۔

مرحہ نے مومن کی گھوریوں کو مکمل اگنور کر کے ذوالنون کی جانب آنکھیں گھماتے ہوئے اشارہ کیا۔ اب کی بار مومن کی آنکھوں میں بھی شرارت چمکی۔

ہمم مرحہ میں ایک بات سوچ رہا تھا۔ مومن نے گلا کھنکھار کے بات شروع کی۔

جی جی بولیں مومن خان میں سن رہی ہوں۔ مرحہ نے ادب واحترام کے ریکارڈ توڑے۔

میرا خیال ہے کہ ذوالنون کی شادی کر دینی چاہیے۔ مومن دونوں ہاتھ اٹھا کر حتمی انداز میں بولا۔ جبکہ اپنے نام پہ ذوالنون چونکا اور قدرے نا سمجھی سے انہیں دیکھنے لگا۔

کیا؟؟؟؟؟ کیا ہے بھئی ؟ اب دونوں کو مستقل اپنی جانب گھورتے پا کر ذوالنون نے دریافت کیا۔

ہم سوچ رہے تھے آپکی شادی کر دی جائے۔مرحہ ایکسائٹڈ سی بولی۔

ویسے مرحہ جمیلہ خالہ وہی جو مردان میں رہتی ہیں انکی بیٹی کیانام تھااسکا؟؟؟ہاں پری گل اسکے بارے میں کیاخیال ہے؟مومن بہت سنجیدگی سے تبادلہ خیال کے انداز میں مرحہ سے گویاہوا۔

خیال تونیک ہے۔مگر میں سوچ رہی تھی کہ اشمل چچاکی نگینہ کیسی رہے گی؟مرحہ بھی مکمل سنجیدہ تھی مگر دونوں کی آنکھوں میں شرارت ستاروں کامانند جگمگارہی تھی۔

ارے واہ میری کمال کی بہن ہو تم یار۔مومن اور مرحہ ایسے لگے ہوئے تھے جیسے ازل سے ان میں اتنااتفاق ہے۔جبکہ ذوالنون ہونٹ واکیئے قدرے ہونق تاثرات سے انہیں دیکھ رہاتھا۔

نگینہ پری گل۔۔جمیلہ خالہ۔۔اشمل چچا۔۔کی باتیں کر رہے ہو تم لوگ۔ذوالنون حیرت سے بولا۔

چلو ہم نہیں بولتے تم بول دو۔کوئی لڑکی پسند ہے توبتادو ابھی۔مومن ہوں بول رہاتھا جیسے بس رشتہ پکاکرنے جارہاہے۔

نہیں ہاں مطلب کیا ہے؟ ذوالنون اب کی بار قدرے گڑبڑایا۔

مطلب نہیں پسند۔ مما یار جلدی کر دیں دیر ہو رہی ہے اور ذوالنون کی طرف سے ایک گڈ نیوز بھی ہے۔ مومن ساری بات بلند آواز سے بولتے آخری جملہ قدرے پست آواز میں بولا۔

ہاں بس پھر اشمل چچا کی نگینہ ٹھیک ہے۔ مما سے بھی کرتے ہیں بات۔ مرحہ آنکھ کے کنارے سے ذوالنون کا بے چین چہرہ دیکھتے مومن سے بولی۔

ڈن۔۔ مومن نے تھمبز اپ کا اشارہ کیا۔

مجھے نہیں کرنی فیملی میں شادی۔ بالآخر ذوالنون نروٹھے انداز میں بول اٹھا۔

تو بھائی جہاں کرنی ہے وہاں ہی بتا دے۔ مومن اسے اٹھتا دیکھ کر بولا۔

یونی فیلو ہے میری۔ مما سے اب تم لوگ کوئی فضول بات نہ کرنا۔ ذوالنون دونوں کو گھورتا چلا گیا۔

ارے بھائی رک تو۔۔ مومن نے ہانک لگائی۔ مگر وہ نہیں رکا۔ جبھی کچھ سے نکلتیں صالحہ بیگم نے پکارا۔ ذوالنون بچے ناشتہ تو کر لو۔ انہوں نے ملازمہ کے ہاتھ سے چائے کا

فلاسک تھام کر میز پہ سجایا۔

نہیں مما موڈ نہیں ہے۔مجھے فیصل آباد جانا ہے راستے سے کچھ لے لوں گا۔ذوالنون نے جھک کر انکا سر چوما۔جس پی صالحہ بیگم نہال ہی ہو گئیں۔

میرا بچہ۔دونوں ہاتھوں میں اسکا چہرہ تھام کر اسکے ماتھے پہ بوسہ دیتیں وہ آنکھیں نم کر گئیں۔

مما کیا ہو گیا ہے۔ذوالنون نے مسکراتے ہوئے ماں کی آنکھیں پونچھیں۔

دھیان سے جانا بیٹا۔صالحہ بیگم نے اسکا کندھا تھپکا۔او میری ماں اسے اللہ کی امان میں جانے اداس مت ہوں میں ہوں ناں آپکا شیر بیٹا۔پھر کیوں پریشان ہو رہی ہیں۔

مومن نے اپنے دونوں بازو صالحہ بیگم کے گلے میں حمائل کیئے۔اور لاڈ سے بولا۔

تم ہو یہی تو پریشانی ہے۔مرحہ با آواز بلند بڑبڑائی۔

ہونہہ کٹ کھنی بلی۔مومن نے منہ بگاڑا۔

تم ہو گے بلے وہ بھی افریقہ کے۔مرحہ نہ ناک چڑھائی۔

ناں ناں افریقہ سے تو تم لگتی ہو۔تمہیں ہم نے اڈاپٹ کیا تھا وہاں سے۔۔ڈو یو نو؟؟

مومن نے گویا اطلاع دی۔

تم ہو گے اڈاپٹڈ۔ مرحہ غصے سے بولی۔

مرحہ بد تمیزی نہیں کرو بڑا بھائی ہے۔صالحہ بیگم سرزنش کرتے ہوئے بولیں۔

کبھی انہیں بھی کہہ دیا کریں کہ چھوٹی بہن ہے۔ مرحہ نے منہ بسورا۔

ہاں جی کہاں گئی ساری کیمسٹری تم لوگوں کی۔ ذوالنون ہنستے ہوئے بولا۔

ہاں مما۔۔یاد آیا۔۔مومن اور مرحہ بیک وقت ایک ہی آواز اور الفاظ میں بولے۔۔

اور پھر رک کر ایک دوسرے کو دیکھ کر دونوں کے قہقہے پھوٹ پڑے۔

ہاں کیا ہے؟ صالحہ بیگم متوجہ ہوئیں۔

کچھ نہیں مما ایسے ہی فضول بول رہے ہیں۔اجازت دیں میں چلتا ہوں۔ذوالنون سٹپٹا کر بولا۔

جاؤ بیٹا اللہ کی امان میں۔صالحہ بیگم اسکے پیچھے پورچ تک آئیں۔

جب تک اسکی گاڑی گیٹ سے نکل نہیں گئی وہ وہیں کھڑی رہیں۔دل عجیب طرح سے

ہول رہا تھا۔ جبکہ اندر بظاہر خوش گپیوں میں مگن مومن اور مرحہ کے دل بھی عجب بے چینی کا شکار تھے۔

کچھ سانحہ ہونے تھا؟؟ مستقبل قریب میں کسی حادثے کی پیدائش متوقع تھی؟؟ کچھ تھا جو انکے دلوں کو کلک کر رہا تھا۔ مگر کیا؟؟، یہ سمجھ سے باہر تھا

جاری ہے۔۔۔۔

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیوایرا میگزین